

قیم بخشش

حضرت علامہ مولٰینا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی رضی اللہ عنہ



Raza-e-Khushtar

KHUSHTARI PUBLICATIONS

نعت و منقبت کا ایک تاریخی اور سدا بہار گلدستہ

قیم بخشش

---

۱۲ ھ ۱۴

نتیجہ فکر

حضرت علامہ مولٰنا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی ﷺ

ناشر

رضائے خوشتر فائونڈیشن

فہرست

مرے احساس کا عالم نہ پوچھو، ہے کیا کیا اس میں کیف و کم نہ پوچھو
کبھی ہر ہر نفس سوز دروں ہے کبھی خندہ ہے چشم نم نہ پوچھو

نذر انہیں کو نام انہیں کے
سب ہیں یہ انعام انہیں کے

انتساب سراپا بالاتر

---

۱۴ ھ ۱۲

اپنے مجدد دین وملت

آفاق میں مشہور ومقبول عاشق رسول ﷺ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے حضور

اپنے مخادیم ومشائخ

حضرت حجتہ اسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا علامہ بریلوی
حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا فقیہہ بریلوی

اپنے استاد گرامی وقار

محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد لائل پوری، داعیٔ مسلک بریلوی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین

اور اپنے امام مقدمہ نگار

ادیب شہیر علامہ شمس الحسن شمس بریلوی سابق استاد ادبیات فارسی منظر اسلام بریلی
مدظلہ العالی کے نام

نذر تابندہ

۱۲ ھ ۱۴

لمعان تاریخی

۱۲ ھ ۱۴

یعنی قند نعت و منقبت

۱۲ ھ ۱۴

قسیم بخشش

۱۲ ھ ۱۴

حضرت علامہ مولٰنا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد مسعود احمد

۲۔۱۰۔سی،
پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی (سندھ)
کوڈ نمبر ۷۵۴۰۰

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الا لا ایمان لمن لا محبۃ لہ

تاریخ ۱۹/ اپریل ۱۹۹۲ء

مبلغِ اسلام حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری پوری سراپا غزل ہیں، نغماتِ رضا کی گونج نے اُن کو زمزمہ سنج بنا دیا، وہ خانوادۂ حضرت رضا بریلوی کی ادبی محفلوں میں شریک ہوتے رہے، ذوقِ شاعری کو پروان چڑھاتے رہے اور نعتیہ مشاعروں میں دادِ سخن لیتے رہے۔

—— عشقِ رسول (علیہ التحیۃ والتسلیم) نے خوشتر کے فکر و خیال کو پاکیزہ بنا دیا —— جب دل پاک ہوتا ہے تو خیال بھی پاک ہو جاتا ہے اور جب خیال پاک ہو جاتا ہے تو شاعری، شاعری معلوم ہوتی ہے —— خوشتر کی شاعری در اصل حقیقت کی شاعری ہے جو دل کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی ۔

خوشتر کی شاعری میں سب ہی کچھ ہے —— سادگیٔ زبان، ندرتِ بیاں، وارفتگی و شیفتگی، بے ساختگی و اثر آفرینی، ترنم و موسیقیت، تشبیہات، استعارات، تلمیحات، صنائع و بدائع، محاورات و روزمرہ وغیرہ وغیرہ

خوشتر نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے مثلاً حمد، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، قطعہ، رباعی، سہرا وغیرہ وغیرہ ——

اُن کی نعتوں میں کیف و سرور ہے، اُن کی غزلوں میں درد و سوز ہے —— تاریخی قطعات کہنے میں اُن کا جواب نہیں۔ —— سہرے بھی خوب کہے ہیں

فون نمبر ۴۵۵۲۴۶۸ فیکس نمبر ۲۵۶۱۵۷۴ - ۲۱ - ۹۲

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لا ایمان لمن لا محبۃ لہ

محمد مسعود احمد

۲/۱۷-سی،
پی ای سی ایچ سوسائٹی، کراچی (سندھ)
کوڈ نمبر ۷۵۴۰۰

تاریخ ____________

اور نام بھی خوب رکھے ہیں مثلاً فرخندہ بہار سہرا، خوشتر خوش گفتار سہرا،
روح افزا سہرا، خوشتر گلزار سہرا، خوشتر خوش نصیب سہرا، خوشتر دلکش سہرا
وغیرہ وغیرہ —— اصناف سخن میں سب سے مشکل صنف رباعی کی ہے، خوشتر نے رباعیات میں
شاعرانہ مہارت سے سات دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔
خوشتر کے اشعار ان کی زندگی کے عکاس ہیں اس لیے ان کے اشعار میں
آمد ہی آمد ہے اور بہترین اشعار وہی ہیں جو ڈھالے نہیں گئے ہیں،
خود بخود ڈھل گئے ہیں —— خوشتر کا دل و دماغ اب ایک سانچہ بن گیا ہے،
اشعار ڈھل ڈھل کر سخن سانچوں سے رنگ لے رہے ہیں۔ شاعری
خوشتر کی فطرت میں رچی بسی ہے —— امید ہے کہ خوشتر صدیقی جبل پوری
کا یہ مجموعۂ کلام اہل ذوق کے لیے فردوس قلب و نظر ثابت ہوگا۔

۷ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ

۱۰ اپریل ۱۹۹۲ء

احقر محمد مسعود احمد

کراچی

فون نمبر ۴۵۵۲۴۶۸ فیکس نمبر ۲۵۶۱۵۷۴ - ۲۱ - ۹۲

سیر گاہ نعت و منقبت

۱۴ ھ ۱۴

یعنی

اوراد بخشش

۱۴ ھ ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل میں ان کی یاد لب پر نام ہے
مشغلہ میرا یہ صبح و شام ہے

میرے ہر اک شعر میں آمد ہے دوست
کب ہے یہ آورد یہ الہام ہے

حمد باری تعالیٰ

الحمد فاتحہ ہے قرآن کریم کا
لاریب ہر ورق ہے الف لام میم کا
جب سے لیا ہے نام خدائے رحیم کا
خطرہ نہیں رہا مجھے دزد رجیم کا
کیسے کروں میں شکر غفور رحیم کا
عرفان مجھے کو بخشا رسول کریم کا
بندہ ہوں کس کا بندہ رب کریم کا
یعنی شفیع حشر رءوف رحیم کا
مجھ کو پتہ ہے خوف نہیں ہے جحیم کا
ہوگا جو فیصلہ میرے حق میں کریم کا
اس نعمت تمام پہ انعمت ہے گواہ
مجھ کو ملا شعور رہ مستقیم کا
ہر ذرہ ہے جہاں کا عکس وجود ذات
حادث بتا رہا ہے پتہ کیا قدیم کا
صدقہ حضور پاک ﷺ کا انجام ہو بخیر
عالم بڑا ہی سخت ہے امید و بیم کا
ہر بے خبر کی رہتی ہے ہر پل جسے خبر
بندہ ہے خوشترؔ ایسے خبیر و علیم کا

معبود ہے تو ذات تری لم یزلی ہے
عابد ترا ہر ایک نبی اور ولی ہے
تو قادر مطلق ہے تری شان جلی ہے
ہر چیز ترے حکم کے سانچے میں ڈھلی ہے
تو خالق کونین ہے ہر چیز تری ہے
جو چیز ملی جس کو ملی تجھ سے ملی ہے
میں تیرا گنہگار تو غفار ہے میرا
یہ بندہ بہر حال سعید ازلی ہے
بے حکم تیرے پتہ کوئی ہل نہیں سکتا
جب حکم ہوا تیرا تو ہر شاخ ہلی ہے
یہ دعوت نظارہ ہے جاوک ہے شاہد
محبوب کی ہر ایک گلی تیری گلی ہے
اے داور محشر مرا ستار بھی تو ہے
اب فرد عمل میری ترے آگے کھلی ہے
کچھ اور کوئی خواہش دنیا نہیں مولیٰ
ہو خاتمہ بالخیر تمنائے دلی ہے
تو کاتب تقدیر ہے خوشترؔ اسے کردے
لکھی جو مقدر میں بری ہے کہ بھلی ہے

نعت رسول ﷺ

جب رخ پہ تمہارے زلفیں ہوں والیل کا طغری ہو جائے
رخسار فروزاں جس دم ہوں تمثیل ضحٰحا ہو جائے

فردوس کی رنگت کچھ بھی نہیں کتنی ہی دلارا ہو جائے
گلزار مدینہ کیا کہئے اک خار ہی طوبیٰ ہو جائے

فاراں کی سعادت کیا کہئے جلووں سے مجلی ہو جائے
ہر ذرے کی قسمت کیا کہنا صد طور بجلوہ ہو جائے

ہر خار حریف جنت ہے ذرہ بھی وہاں کا ماوی ہے
ہے فیض جمال رنگیں یہ اس شان کا طیبہ ہو جائے

طوفان شقاوت اٹھا ہے عصیاں کا تلاطم برپا ہے
ہے دین کی کشتی موجوں میں اب پار یہ بیڑا ہو جائے

بگڑی وہ بنانے آیا ہے اک شوق کی دنیا لایا ہے
ہے دیر سے حاضر روضے پر خوشترؔ کو اشارہ ہو جائے

مشاعرہ بتقریب عید میلاد النبی کتب خانہ بریلی میں یہ غزل پڑھی گئی - ۱۳۶۶ھ / ۱۹۴۷ء

صبح فاراں مرحبا ایسا اجالا کردیا
ذرے ذرے کو جہاں کے طور سینا کردیا

عشق نے ان کے بتائیں کیا تمھیں کیا کردیا
درد وہ بخشا کہ سب اچھوں سے اچھا کردیا

جاں بلب ہے اب مریض ہجر آقا آیئے
درد نے یاس و الم نے کام دل کا کردیا

ساتھ لایا تھا کفن پر نام والا آپ کا
جس نے مرقد میں اجالا ہی اجالا کردیا

میرے پلے میں کوئی نیکی نہ تھی وقت حساب
ان کی رحمت نے سر میزاں اشارہ کردیا

غیر کے اب آستانے پر نہیں جھکتی جبیں
اس کو اپنے در کا کرکے اتنا اونچا کردیا

حبذا وقت مصیبت نام والا جب لیا
رحمتوں نے ایک پل میں پار بیڑا کردیا

تیرے قرباں جائیے شان عطا لطف عمیم
جن کو اپنا تھا بنایا ان کو میرا کردیا

مجھ کو خوشترؔ رحمتوں نے لے لیا آغوش میں
امتی کہہ کر جو مولیٰ نے اشارہ کردیا

عرس قادری رضوی بریلی - ۱۳۶٦ھ / ۱۹۴۷ء

مٹی ظلمت فضا بدلی زمانہ شاد کام آیا
نکل کر کفر کی بدلی سے جو ماہ تمام آیا

خبر ہے چشم حیرت بین تجھے یہ کیا مقام آیا
تقرب کا جو ساز ادن منی سے پیام آیا

دم آخر زباں پر اللہ اللہ کس کا نام آیا
ڈھلک کر آنکھ سے آنسو جو آیا شاد کام آیا

سفینہ نے تلاطم ہی کی خود دنیا بدل ڈالی
دم طوفان لب ملاح پہ یہ کس کا نام آیا

کچھ ایسے مست ہیں میخانۂ توحید کے میکش
خبر یہ بھی نہیں ان کو کہ کب محفل میں جام آیا

سر کوثر حبابوں کے کٹورے بن گئے سارے
تمہارا نام لیتا جو ادھر کو تشنہ کام آیا

یہ کیوں خاطر افسردہ ہے غم طوفان ہے کیوں خوشتر
سمجھ لو پار ہے بیڑا جو لب پہ ان کا نام آیا

۲-۲-۱۹۴۹ء

کچھ ایسی شان سے محشر میں ختم المرسلین آئے
شفاعت خود پکار اٹھی شفیع المذنبیں آئے

سنبھل بادِ طرب وہ سرورِ دنیا و دیں آئے
برس اے ابرِ رحمت رحمتہ للعالمیں آئے

چھٹے بادل وہ پھیلا نور وہ عالم ہوا روشن
لپیٹ اے کفر اب بستر وہ خیر المرسلیں آئے

تبسم ریز ہو کر آئے خانے میں وحدت کے
سجانے بزمِ امکاں کو باندازِ حسیں آئے

مئے حبِ نبی ہے بس تمہارا ہی یہ حصہ ہے
سرِ کوثر اٹھو رندو! وہ دیکھو ساتگیں آئے

مرے دامن پہ نقشہ کھینچ گیا گلزارِ طیبہ کا
سرِ شکِ غم ڈھلک کر جب بوقتِ واپسیں آئے

مقدر آج لے آیا ہے خوشتؔر کو مدینے میں
یہاں سے کون تیرے پاس فردوس بریں آئے[1]

ہے ان کے تصور میں یہ عالم جو طرب کا
پر کیف اشارہ ہے یقیناً یہ طلب کا

دل مائلِ پرواز ہے جاں رقص کناں ہے
کیا بختِ رساں آگیا فرمان طلب کا

اس صبح کی اب شام ہی یارب نہ کبھی ہو
سر ہے مرا اور در ہے شہنشاہِ عرب کا

---

[1] ایں نعتیہ غزل زیر صدارت مولانا تقدس علی خان رضوی علیہ رحمہ در مشاعرہ خواجہ قطب ۱۹۴۹ء مسموع شد

فرمائیں گے آقا بہر عنوان شفاعت　　آتا ہے مچلنا مجھے دامن پہ غضب کا

دامانِ شہہ دیں میں گنہگار چھپے ہیں　　اب پوچھنا کیا زاہدوں بخشش کے سبب کا

ایمان کے دن آئے تو عرفان کی راتیں　　چمکا سر فاراں سے وہ جب چاند عرب کا

دامن میں لئے بیٹھا ہوں جنت کی بہاریں　　ہے فیض تصور یہ شہنشاہِ عرب کا

یہ سخت زمین اور غزل نعت میں لکھنا[1]　　ہے خوشترؔ رضوی پہ کرم شاہِ عرب کا

مقام شہ نام دار اللہ اللہ　　دنی میں ہوئے آشکار اللہ اللہ

نبی کا تن مشکبار اللہ اللہ　　ید نور کا شاہکار اللہ اللہ

سر شاہ عالی وقار اللہ اللہ　　شفاعت کا یہ تاجدار اللہ اللہ

ملائک ہیں سجدہ گزار اللہ اللہ　　نبی کا یہ در شاندار اللہ اللہ

سر عرش ہے انتظار اللہ اللہ　　خدا کا نبی پر یہ پیار اللہ اللہ

رخ پاک پر خود مصور ہے نازاں　　یہ حسن شہ نامدار اللہ اللہ

قسم یاد فرمائی قرآں میں جس کی　　شہ دیں کا ہے وہ دیار اللہ اللہ

وہ روئے منور کی دلکش صباحت　　تبسم پہ جلوے نثار اللہ اللہ

یہ کس کا لیا نام طوفاں میں دل نے　　فضا بن گئی سازگار اللہ اللہ

مرے دل میں ہیں یاد آقا کے جلوے　　یہ آئینہ بے غبار اللہ اللہ

مسلسل ہے نور رواں کا ترشح　　جمال شہ نامدار اللہ اللہ

نبی یا نبی ہے مسلسل زباں پر　　محبت بھری یہ پکار اللہ اللہ

---

[1] مشاعرہ بتقریب آغاز فردوس ادب محلہ چک شہر کہنہ بریلی شریف ۲۸-۱-۱۹۵۰

ولادت کی پرنور وہ صبح صادق　　بہاروں کی حاصل بہار اللہ اللہ
جو ڈھونڈا سر حشر آقا کو ڈھونڈا　　مرا دیدۂ ہوشیار اللہ اللہ
صلہ نعت گوئی کا مجھ کو ملا ہے　　کہ ہوں خوشتر روزگار اللہ اللہ[1]

لگی ہیں حشر میں آنکھیں مری انوارِ حضرت پر
ہزاروں بار قربان اپنی اس پاکیزہ حسرت پر

تصدق رحمتِ عالم کے ہر عنوان سیرت پر
صداقت پر عدالت پر سخاوت پر شجاعت پر

زبان پر نام ہے آقا کا طوان حوادث میں
عبث موجیں مچلتی ہیں مرے جوش عقیدت پر

مدد اے ناخدائے دین سفینہ غرق ہوتا ہے
کہ طوفان الم کی یورشیں ہیں اہلسنت پر

وہ دن تو ان کی جلوہ آرائی کا دن ہو گا
بڑی سنجیدگی سے غور کرتا ہوں قیامت پر

مکاں کیا لامکاں پر بھی نہ چھوڑا ساتھ حضرت کا
سلام و مرحبا بوبکر کی ایسی رفاقت پر

پشیمانی دل عاصی کی جانے کیا تھی محشر میں
کہ رحمت خود ہی بڑھ کے چھاگئی اشکِ ندامت پر

---

[1] ۲۱-۲-۱۹۵۱ء

میں اڑ جاؤں مدینے کو خلش یہ گدگداتی ہے
عطا کر واسطہ طیار کا اے دستِ قدرت پر
ہوئی مدت مگر اب تک یہی عالم ہے اے خوشترؔ
جہان شاعری تاریک ہے احسن کی رحلت پر[1]

نمایاں ہے ہر اک منظر سے جلوہ رب اکبر کا
مدینہ کعبہ مقصود ہے جذبات خوشتر کا
وہ چمکا مطلع انوار سے روضہ پیمبر کا
نظر جنت نبی میری وہ بدلا رخ مقدر کا
پسینہ موت کا آیا ادھر بیمار ہجراں کا
ادھر پیہم ہوا محسوس جھونکا زلف سرور کا
سر کوثر کھڑا ہوں رحمت عالم کے دامن میں
کوئی دیکھے تو ساحل آکے میرے دیدہ تر کا
کہیں دیدار کے پیاسے قیامت خود نہ بن جائیں
کہ لبریز تموج ہے خط پیمانہ محشر کا
ادھر طیبہ کا نظارہ ادھر دیدار بیت اللہ
ملا ذوق نظر کو ہر طرف حصہ برابر کا
زمیں پر حشر برپا آسماں پر زلزلہ طاری
یہ زندہ معجزہ ہے نعرہ اللہ اکبر کا

[1] حضرت احسن مارہروی شاگرد داغ دہلوی مرحوم ۲۲-۴۱-۱۹۵۱

بیان ہجر آقا اور یہ آنسو تماشہ ہے
قیامت ہے کہ کیوں سوکھا نہیں پانی سمندر کا

فاوحیٰ کا ترانہ اور سرود ادن منی پر
تقرب اور یوں اللہ سے محبوب داور کا

مرا ہر اشک غم سرچشمہ حسن عقیدت ہے
کہ ان موجوں میں پاتا ہوں نہاں جلوہ پیمبر کا

قیامت جان رحمت عین رحمت حاصل رحمت
اب اس سے بڑھ کے کیا عنوان ہو سکتا ہے محشر کا

رضا کے فیض کا اک یہ بھی روشن کارنامہ ہے
ملا ہر تشنہ دیدار کو حصہ برابر کا

مرے اشعار ہیں یوں لائق تحسین اے خوشتؔر
کہ ہر مصرعہ ہے حاصل نعت میں قند مکرر کا[1]

چمن سے دور ہوں خوشتر قرار آئے تو کیا آئے
مدینے سے جدا ہوں کیا بہاروں میں مزہ آئے

نہ ان سا رہنما آئے نہ ان سا پیشوا آئے
جو اپنی ابتدا کی خود ہی بن کر انتہا آئے

بشکل مصطفیٰ عالم میں انوار خدا آئے
مرے علم الہدیٰ عین الہدیٰ حق الہدیٰ آئے

[1] یہ نعت بسلسلہ عرس قادری رضوی بریلی شریف میں بتاریخ ۲۲ صفر المظفر مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۵۱ء کو پڑھی گئی

ز آدم تا بہ عیسیٰ یوں تو سارے انبیاء آئے
مگر ختم رسالت بن کر محبوب خدا آئے

لٹے ایمان کے گوہر ہوئے الطاف کی بارش
جہاں محسوس کرتا ہے شہ جود و سخا آئے

چھٹے بادل وہ پھیلا نور وہ عالم ہوا روشن
چمک کے ذرے ذرے نے کہا شمس الضحیٰ آئے

گنہ گاران امت کا مقدر اے تعالی اللہ
نوید مغفرت لے کر سراج الانبیاء آئے

پکارا جب کبھی گھبرا کے آقا کو مصیبت میں
مری امداد کو بروقت وہ خیر الوریٰ آئے

مدینہ سامنے ہے یہ تو معراج مقدر ہے
اب اس کے بعد کیا خوشترؔ خیال ماسوا آئے[1]

یہ سارے انبیاء آئے جو خوشتر مقتدا بن کر
خبر لے کر انھیں آنا تھا آئے مبتدا بن کر

وہی جو عرش پر تھا جلوہ گر نور خدا بن کر
مدینہ میں بصد انوار آیا مصطفیٰ بن کر

تصور میں سر شک آئے رنگین ادا بن کر
کہ گرتے ہی سر دامن مدینہ رہ گیا بن کر

---

[1] بریلی شریف-۱۹۵۵ء

تمھیں جب ڈوبنے والوں نے اے آقا پکارا ہے
مدد کو خود تلاطم آگیا ہے ناخدا بن کر

جب ان کے امتی خیر الامم ٹھہرے زمانے میں
اسی سے منکرو سمجھو وہ آئے ہوں گے کیا بن کر

مدینہ کردیا یثرب کی قسمت ہی بدل ڈالی
قدوم ناز جب آئے بہار جانفزا بن کر

تعالیٰ اللہ اب یہ غیر کے در پر نہیں جھکتا
یہ سر انچا ہوا اتنا جہاں میں آپ کا بن کر

مجھے منگتا بنادے یاالٰہی تو اسی در کا
جہاں پر بارہا جبریل آئے ہیں گدا بن کر

دیار پاک کا رتبہ بتا لاُاُقسِمُ ان کو
جو کعبے سے بزعم خود چلے ہیں باصفا بن کر

ملائک سر پر لے کر آئے ہیں اعمال نامے کو
یہ ہوگا پیش داور اب قصیدہ نعت کا بن کر

مدینہ جب نہیں دیکھا تو پھر دیکھا ہی کیا خوشتؔر
ہزار آئے کوئی بیت الحرم سے باصفا بن کر[1]

کچھ عجم کچھ عرب میں گزرا ہے دن کسی کی طلب میں گزرا ہے
لمحہ لمحہ تھا جشن محرومی لمحہ لمحہ طرب میں گزرا ہے

[1] بریلی شریف-۱۳۶۹ھ

کمال زندگانی ساری دنیا کو دکھانا ہے
مدینے جا کے اے خوشترؔ نئی قسمت بنانا ہے

در سرکار ہے انداز دل کا والہانہ ہے
اب اے واعظ یہاں بیکار سعی ناصحانہ ہے

جبین شوق تیری بے خودی کا کچھ ٹھکانہ ہے
یہاں سے منزلوں آگے ابھی تو آستانہ ہے

سناؤں ہم نفس تجھ کو سنے گر گوش ایماں سے
فسانہ ہے مگر ان کی محبت کا فسانہ ہے

تیری جنت کو اے رضواں اٹھا کر آنکھ کیا دیکھیں
وہ جن کا اے خوشا قسمت مدینے آنا جانا ہے

نہ بدلی حال کی صورت رہی ساعت وہی ساعت
شب اسریٰ سے پوچھو کس کے ہاتھوں میں زمانہ ہے

مدینے کی بہاروں سے سجا فردوس کو رضواں
اگر آوارگان دشت طیبہ کو بلانا ہے

یہ معراج محبت ہے کہ معراج عبادت ہے
یہ سر ہے اور شاہ مرسلین کا آستانہ ہے

مدد فیض تصور بارش انوار ہو جائے
مدینے کی بہاروں سے مجھے دامن سجانا ہے

میں کعبہ میں ہوں خوشترؔ اور دل طیبہ کی گلیوں میں
مرا زوق محبت آج کتنا والہانہ ہے

کیسے پہنچا ہے کہاں کس کا قدم آج کی رات
کیف خاموش تحیر میں ہے کم آج کی رات

چھینٹے دیتا ہے عجب ابر کرم آج کی رات
لاؤ بھردیں نہ سمندر کو بھی ہم آج کی رات

ادن منی کی فضاؤں میں فاوحی کا خرام
ہوگئے طالب و مطلوب بہم آج کی رات

ان کے جلووں سے ہوا ہے دل مضطر روشن
حاصل عیش و مسرت ہے الم آج کی رات

دید محبوب دو عالم سے ہیں مست و بیخود
عالم وجد میں ہیں لوح و قلم آج کی رات

حال ہے اپنی جگہ اور ہے ساعت خاموش
کس کے ہاتھوں ہے حدوث اور قدم آج کی رات

اللہ اللہ یہ بلندی مقام آقا
عرش سے بھی کہیں آگے ہے قدم آج کی رات

آپ چاہیں تو غلاموں کو بنادیں آقا
آپ ہیں مالک اقبال و حشم آج کی رات

چشم موسیٰ میں کہاں تاب جو دیکھے جلوہ
حاصل طور ہوئی راہ عدم آج کی رات

ہر نظر ان کی تجلی سے ہے دنیائے جمال
دل پر شوق ہے قندیل حرم آج کی رات

اللہ اللہ یہ جلال شہ والا خوشتر
آسماں بھی پئے تعظیم ہے خم آج کی رات[1]

خدا معلوم کیا ہے نامۂ اعمال خوشتر میں
کہ اس کو رحمتیں خود ڈھونڈتی پھرتی ہیں محشر میں

کیا ہے پیش تو تم نے نگاہ فیض پرور میں
اگر عصیاں نہ نکلے اے فرشتو میرے دفتر میں

جہاں چاہوں گا جب چاہوں گا جنت ہو گی دم بھر میں
مدینے کی فضائیں ہیں نگاہ جلوہ پرور میں

مٹا کر ساری دولت کو کہا صدیق نے ہنس کر
فقط اللہ کا اک نام ہے باقی بھرے گھر میں

سر میزاں مجھے حسن عمل کی فکر سے مطلب
متاع دین و ایماں ہے تو میرے دیدۂ تر میں

مدینے کی گلی کوچوں میں آوارہ پھرا مجھ کو
لکھی ہیں ٹھوکریں یا رب اگر میرے مقدر میں

سہارے سے انہی کے ساحل بخشش ملا مجھ کو
وہی اشک ندامت تھے جو میرے دیدۂ تر میں

---

[1] ۲-۵-۱۹۵۱ء

قیامت عین رحمت جان رحمت حاصل رحمت
اب اس سے اور بڑھ کر کیا کہ ہے دیدار محشر میں
نہ وہ ہوتے اگر خوشتؔر نہ یہ بزم جہاں ہوتی
انہی کا فیض ہے جو ربط ہے ان چار عنصر میں[1]

جادۂ طیبہ میں مٹ کر آشکارا ہوگیا
خاک دل کا ذرہ ذرہ ماہ پارہ ہوگیا

چشم نم میں حسن آقا جلوہ آرا ہوگیا
اب مرا ہر اشک غم اک ماہ پارہ ہوگیا

روز محشر اللہ اللہ کتنا پیارا ہوگیا
اس قیامت کے نثار ان کا نظارہ ہوگیا

عشق آقا میں فنا ہونا ہے معراج حیات
بے نشاں ہوکر مرا دل آشکارا ہوگیا

عاصیوں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے رحمت کی نگاہ
بیکسوں کا آج محشر میں سہارا ہوگیا

اللہ اللہ جاننے والوں کا یہ عزو وقار
ہم نبی کے ہوگئے خالق ہمارا ہوگیا

بزم محشر بھی انھیں کی دید کا سامان ہے
سوئے میزاں جب چلے ان کا نظارہ ہوگیا

---

[1] عرس قادری رضوی بریلی شریف - ۱۹۶۹ء

حسن آقا کے تصدق حسن آقا کے نثار
سینکڑوں پردوں میں رہ کر عالم آرا ہوگیا

کس قدر حسن آفرین ہے باغ طیبہ کی بہار
ہر نظارہ جس کے پرتو سے دلارا ہوگیا

المدد ثم المدد اے فاتح بدر و حنین
آپ کا خوشتر جہاں میں بے سہارا ہوگیا[1]

ہے تشنہ ادنیٰ اے خوشتر قوسین کا عالم کیا کہئے
محبوب و محب کے جلووں کی وہ رونق باہم کیا کہئے

ہو جس کی مؤخر میں پنہاں اک شان مقدم کیا کہئے
اس نور کا منشا کیا کہئے اس حسن کا عالم کیا کہئے

اللہ رے اس در کی رفعت ہے بیش جہاں کم کیا کہئے
ہر ایک بھکاری جس کا ہے اسکندر اعظم کیا کہئے

ظاہر ہے شفق کی سرخی سے ہجر شہ والا کا عالم
رنگین فضائے فطرت ہے اس شان کا ماتم کیا کہئے

معراج کا نقشہ کھینچا ہے محویت دل نے کس دھن میں
ہر سانس ہے ساز ما اوحیٰ ہر زیر میں بم کیا کہئے

اے درد غم ہجر آقا اللہ تجھے قائم رکھے
تجھ سے ہی جمال ہستی کا ہر نقش ہے محکم کیا کہئے

---

1 عرس قادری رضوی بریلی شریف - ۲۳ صفر ۱۳۷۰ھ

تسلیم کہ معطی خالق ہے قاسم ہیں مگر محبوب خدا
مل جائے گا سب کچھ بے مانگے ہے بات مسلم کیا کہئے
انوار کے بادل منڈلائے رحمت کی گھٹائیں جھوم اٹھیں
امت کے الم میں آقا کے یہ گیسوئے برہم کیا کہئے
رضواں کی نگاہیں لرزیدہ خوشتؔر ہے مقام پیچیدہ
آیا ہے یہ کس کا شوریدہ فردوس بھی ہے خم کیا کہئے[1]

ذکر حسین

دل غم شبیر میں غم کا سمندر ہو گیا
اشک خوں موج امم میں ایک گوہر ہو گیا
اللہ اللہ خدمت ابن علی کی جراتیں
عظمت اسلام کا نقشہ اجاگر ہو گیا
کام آکر ہی رہی تشنہ لبی شبیر کی
عاصیو! کیا خوف محشر؟ اپنا کوثر ہو گیا
یہ مئے حب نبی کا قلب حر میں جوش تھا
دین حق پر شوق سے قربان بڑھ کر ہو گیا
صفحۂ تاریخ خوں آلود عالم بد حواس
کربلا کا واقعہ کیا ایک محشر ہو گیا
رحمتوں نے لے لیا بڑھ کر وہیں آغوش میں
کامراں شبیر جب گھوڑے سے گر کر ہو گیا

---

[1] بریلی شریف-۱۹۵۲ء

جانب کرب و بلا جب ہو گئے عازم حسین
ہر طرف برپا پھر اک شور محشر ہو گیا

اللہ اللہ کوشش شبیر کا یہ ما حصل
دل شہید جلوہ یاد پیمبر ہو گیا

برق بن کر رن میں لہرانے لگی تیغ حسین
اور گری جس پر دو ٹکڑے اس کا پیکر ہو گیا

ہو گئی پوری وہیں تفسیر اکملت لکم
جب شہید کربلا فرزند حیدر ہو گیا

جو ہوا قربان ان پر بن گیا خالق کا دوست
حر یہ کیا لطف قسیم حوض کوثر ہو گیا

خلد جلوہ بن گئی ہے ہر نگاہ آرزو
جب سے خوشترؔ دل اسیر یاد اصغر ہو گیا[1]

بات ہے یہ بڑے قرینے کی
آرزو دل کو ہے مدینے کی

عطر بیزی کا کیا کہوں عالم
جسم اقدس کے اس پسینے کی

تم کو دیر و حرم مبارک ہو
مجھ کو اک دھن ہے بس مدینے کی

یہ فسانے تو سن چکا ہوں بہت
بات کچھ کیجئے مدینے کی

ذکر جنت بجا مگر واعظ
بات کچھ اور ہے مدینے کی

آپ ہی کا غلام ہوں آقا
لاج رکھ لیجئے کمینے کی

ان کا در ہے وہ در جہاں خوشترؔ
موت کو بھی طلب ہے جینے کی

---

[1] بریلی شریف ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء

ترا آستانہ ہے میں ہوں جبیں ہے — یہ سجدے کی معراج کتنی حسیں ہے
دیار حبیب خدا ﷺ اللہ اللہ — جدھر دیکھئے خلد منظر زمیں ہے
نہ چھیڑو مجھے اے نکیرو نہ چھیڑو — وہ دیکھو وہ امت کا والی یہیں ہے
سرود دنیٰ پر فاوحی کا نغمہ — یہ معراج کی شب بھی کتنی حسیں ہے
یہ محویت حسن روئے محمد ﷺ — حبیب خدا سامنے ہیں یقیں ہے
یہ کہہ کہہ کے میں دل کو سمجھا رہا ہوں — وہ طیبہ وہ طیبہ یہیں ہے یہیں ہے
یہ ذات محمد ﷺ مرے دل سے پوچھو — یقیں ہی نہیں بلکہ جان یقیں ہے
خوشا مژدہ سل خوشا ذوق سائل — نہیں بس یہاں ایک لفظ نہیں ہے
محمد ﷺ محمد ﷺ محمد ﷺ — یہی ہے زباں پر یہ دل کی نشیں ہے
یہ کونین میں منکرو جز محمد ﷺ — دکھا دو کوئی خاتم المرسلیں ہے
زمین و زماں میں مکاں لامکاں میں — حبیب خدا ﷺ اور کوئی نہیں ہے
مزار حبیب خدا ﷺ اللہ اللہ — سر عرش سے اونچی جس کی زمیں ہے
ترا خاتمہ ہوگا بالخیر خوشترؔ — کہ تو واصف خاتم المرسلیں ہے

بزم میلاد نبی ہے ہر مسلماں شاد ہے
آمنہ کے لال پیارے مصطفیٰ کی یاد ہے
آنکھ میں روضہ زباں پہ نام دل میں یاد ہے
آیئے آقا یہ گھر اب ہر طرح آباد ہے
آپ ہی کی ذات سے ذات خدا کا ہے ظہور
آپ ہی کے نام سے نام خدا کی یاد ہے

سر وہی سر ہے کہ جس سر میں تمہارا ہے خیال
دل وہی دل ہے کہ جس دل میں تمہاری یاد ہے

اب مدد فرمایئے اے فاتح بدر و حنین
نام لیوا آپ کا دنیا میں پھر .برباد ہے

نزع ہو یا قبر ہو میزان ہو یا پل صراط
ہر جگہ اے ماہ طیبہ آپ سے فریاد ہے

کل جہاں دشمن بھی ہو جائے تو خوشترؔ غم نہیں
کالی کملی والے آقا کی اگر امداد ہے[1]

ان کے دربار اقدس میں ہم آگئے
دونوں عالم کا مقصود ہم پا گئے

چھوڑ احباب جب مجھ کو تنہا گئے
والی امت کے ایسے میں خود آگئے

ہم کو ڈھونڈا کریں ہاتھ آتے نہیں
کالی کملی میں آقا کی ہم آگئے

نزع ہو قبر ہو پل ہو میزان ہو
جب کہا یا محمد ﷺ وہیں آگئے

نام آقا کا ہر بار لیتا گیا
قبر میں مجھ سے وہ پوچھ کیا کیا گئے

زندگی کے تقاضوں کو کیا دیکھتے
ہم نے مانا وہی تم جو فرما گئے

جشن میلاد آقا نہ پوچھ ہم نشین
دھوم دونوں جہاں میں ہے وہ آگئے

معصیت دھل گئی رب کو پیار آ گیا
چند آنسو ندامت کے کام آگئے

عظمت اِرفَعْ رَاسُک کا کیا پوچھنا
ساری امت وہ سجدے میں بخشا گئے

خوش ہو خوشترؔ اگرچہ تو بدتر سہی[2]
بد ہیں میرے وہ ارشاد فرما گئے

---

[1] ماریشس ۲۵ مئی ۱۹۶۵ء / ۲۲ محرم ۱۳۸۵ھ
[2] ماریشس ۲۷ جولائی ۱۹۶۵ء / ۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

درود ان پہ کہ جن کے در سے طلب کے پیغام آرہے ہیں
سلام ان پہ جو ماہ طیبہ سے طیبہ ملنے کو جا رہے ہیں

بہر نظر گنبد حسیں ہے بہر قدم منزل یقیں ہے
مدینے کی دل یہ سرزمیں ہے مرادیں سب اپنی پارہے ہیں

ادھر ہے روضہ ادھر ہے منبر ہے بیچ میں باغ خلد نظر
کہاں میں پہنچا زہے مقدر نگاہوں کو وجد آر ہے ہیں

کہاں یہ عاصی کہاں مدینہ مرے قدم رحمتوں کا زینہ
بلا رہے ہیں شہ مدینہ جو جانے والے ہیں جارہے ہیں

وہ گنبد سبز کا نظارہ ہر اک سے بڑھ کر ہر اک سے پیارا
سکون دل ہے قرار جاں ہے سلام ہر لب پہ آر ہے ہیں

قیامت ہے آج عین رحمت ہر اک مصیبت ہے اب مسرت
شفیع امت وہ دیکھو امت میں خود ہی تشریف لارہے ہیں

تم ہی ہو وہ سن رہے ہو سب کی سمجھ رہے ہو زبان ودل کی
سب اپنی باری پہ اپنا دکھڑا حضور تم کو سنا رہے ہیں

مچلتے آنسو دھڑکتے دل کپکپاتے لب اور قدم لرزتے
تمہارے در پہ تمہارے عاصی اس انداز سے آج آرہے ہیں

چمن کو وہ کیوں پلٹ کے دیکھیں وہ خلد پہ کیا نظر اٹھائیں
مدینے جن کا ہے آنا جانا یہاں جو بستر لگا رہے ہیں

ملا تھا رستے میں ہم کو خوشترؔ یہ کہہ رہا تھا بحال مضطر
حضور! میں رہ گیا یہاں پر مدینے سب لوگ جارہے ہیں

ماریشس۱۹۶۶ء

اے صلی علی سبحان اللہ رمضان کا موسم آپہنچا
بخشش کی صدائیں عام ہوئیں وہ ماہ مکرم آپہنچا
ہر بندہ مومن شاد ہوا شیطان لعیں برباد ہوا
قرآن سے گھر آباد ہوا قرآن کا موسم آپہنچا
بدکار تھے جو وہ نیک ہوئے اک صف میں کھڑے سب ایک ہوئے
آلام و مصائب ختم ہوئے وہ دور وہ عالم آپہنچا
وہ کالی گھٹا طیبہ والی وہ جھوم کے اٹھی وہ برسی
وہ جام لئے پیاسے دوڑے وہ ساقی عالم آپہنچا
زائر بھی ہوا طالب بھی ہوا اللہ سے وہ واصل بھی ہوا
دربار نبی میں جو کوئی باعزم مصمم آپہنچا
اے ماہ عرب اے مہر عجم اے رحمت عالم ایک نظر
پھر آپ کے روضہ پر خوشترؔ بادیدہ پرنم آپہنچا[1]

پھر شور ہے عالم میں ماہ رمضاں آیا — بخشش کی گھڑی آئی رحمت کا سماں آیا
پھر دل نے پکارا ہے وہ ماہ کرم چمکا — پھر جان یہ کہتی ہے وہ نیر جاں آیا
یہ موسم گل کب تک کچھ سمجھے چمن والو — لے لو مزے گلشن کے وہ عہد خزاں آیا
پھر تشنہ وہاں میکش دوڑے سوئے میخانہ — پھر جام بکف دیکھو وہ پیر مغاں آیا
صدقہ یہ رضا کا ہے سب کام بھلے ہوں گے — وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا
مومن ہے وہی خوشترؔ غازی ہے نمازی ہے[2] — جو مرد خدا سن کر مسجد میں اذاں آیا

---

[1] ۳۰ شعبان ۱۳۸۵ھ / ۲۴-۱۲-۱۹۶۵ء
[2] ماریشس ۳۰ شعبان ۱۳۸۶ھ / ۱۳-۱۲-۱۹۶۶ء

پیارے محمد ﷺ ترا نام نامی
لکھا عرش پر ہے بخط گرامی

تو پیغام میرا میں تیرا پیامی
ہو تجھ پر صلوۃ و سلام دوامی

تو مولائے کل ہے عرب کا عجم کا
بھکاری ترے سارے رومی و شامی

تری چشم بینا راء الحق کی مظہر!
زباں کو تری رب سے ہے ہم کالامی

مع اللہ لی میں تو آرام فرما
ہے تیرا خدا سے یہ قرب دوامی

عرب بھی ہے تیرا عجم بھی ہے ترا
غلامی میں ہیں تیرے ہر خاص وعامی

ہے تیرے لئے صرف صلوا علیہ
تجھی کو ہے زیبا یہ وصف دوامی

تو یٰس و طٰہٰ تو شمس و ضحٰھا
فترضیٰ ترا اے رسول گرامی

حرم تیرا، حل تیرا، تیرا زمانہ
تری شان والعصر رحمت تمامی

ہیں وصاف محبوب رب العلیٰ سب
یہ حسان و کافی رضا اور جامی

ہیں اصحاب سارے ہدایت کے تارے
یہ بوبکر و حیدر یہ سلمان نامی

ہوں آباؤ اجداد کے پیچھے خوشتر
زبان و عقیدہ ہیں مثل تمامی

میرے نبی کا در ایسا ہے عرش سے اچھا لگتا ہے
جس کو ہم جنت کہتے ہیں وہ اس کا صدقہ لگتا ہے

شہر مدینہ کیا کہنا فردوس کا نقشہ لگتا ہے
رات بھی اسکی نور بھری دن شمس وضحٰھا لگتا ہے

نیکوں میں ترا مجرم آقا حسان دکھائی دیتا ہے
شاہوں میں ترا منگتا آقا کچھ اور نرالا لگتا ہے

یہ کس کی حضوری میں ہر ہر عالم سے عالم آتا ہے
دربار میں جن کے شاہ و گدا حجاج کا میلا لگتا ہے

چاہے احد ہو غار حرا ہو ثور ہو یہ مکہ کا جبل
شہر نبی کا ہر ہر پتھر دل کا ٹکڑا لگتا ہے

کلما رزق و اس کا کھانا خوشبودار ہوا اور دانہ
اس کا پانی ٹھنڈا میٹھا ہلکا ہلکا لگتا ہے

مسجد کا صحن روشن روشن ہر گام درو دیوار چمن
پھر اس پہ ستوں کا نظارہ اک عرش معلی لگتا ہے

یہ ہے مدینہ یہ ہے قبا یہ جبل سلع یہ کوہ احد
طیبہ نگری کا ہر خطہ نور کا قبہ لگتا ہے

یہ زائر اور سامنے جالی میرے نبی کے سارے سوالی
اللہ اللہ کتنا خوشتر ان کا نصیبہ لگتا ہے

اپنے دامن میں چھپالیں تو بہت اچھا ہو
خوف محشر سے بچالیں تو بہت اچھا ہو

یوں تو ہر چاہنے والا ہے تمہارا آقا
مجھ کو بھی اپنا بنالیں تو بہت اچھا ہو

تیرے ہی در پہ رہوں تیرے ہی ٹکڑوں پہ پلوں
سگ مجھے ایسا بنالیں تو بہت اچھا ہو

میں خطا کار گناہ گار سیاہ کار سہی
آپ ہی کا ہوں بچالیں تو بہت اچھا ہو

نزع ہے قبر ہے محشر ہے سر میزاں ہے
میں گرا مجھ کو سنبھالیں تو بہت اچھا ہو

عرصہ حشر ہے قہار کی قہاری ہے
شافع حشر بچالیں تو بہت اچھا ہو

سر میں سودا ہو ترا آنکھ میں تیرا جلوہ
حال یہ اپنا بنالیں تو بہت اچھا ہو

نزع کا وقت ہے سر اپنا نمازوں کے لئے
ان کی چوکھٹ پہ جھکالیں تو بہت اچھا ہو

سامنے روضہ انور یہ ریاض الجنتہ
بخت خفتہ کو جگالیں تو بہت اچھا ہو

رونے والوں کو ہو مژدہ کہ دعائیں مانگیں
ایسے میں اشک بہالیں تو بہت اچھا ہو

آنکھیں ہوں بند تو بس لب پہ ہو اللہ اللہ
نقش یوں دل پہ جمالیں تو بہت اچھا ہو

مومنو نفس کے زنار سے کیا ہے رشتہ
ہم اسے توڑ ہی ڈالیں تو بہت اچھا ہو

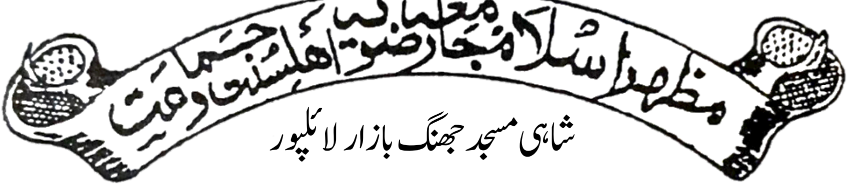
سایہ گنبد خضرا ہو مقدر اپنا
مجھ کو یوں پاس بلالیں تو بہت اچھا ہو

جشن نوروزِ شب و روز سے بچ کر خوشتر
جشن میلاد منالیں تو بہت اچھا ہو

عطیہ محدث اعظم ہند

(بقلم خود)

۷۸۶
۹۲



یہ رباعی حضور محدث اعظم ہند علامہ ابو المحامد سید محمد صاحب اشرفی جیلانی کچھوچھوی قبلہ علیہ الرحمتہ والرضوان نے بوقت رخصت حضرت قبلہ شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب ودیگر اصحاب کی موجودگی میں بروز سہ شنبہ ۲۸ رجب المرجب ۱۳۷۳ھ جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور پاکستان میں شاعر ادبستان رضا مبلغ اسلام سماحتہ الشیخ حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی جمال پوری کو مرحمت فرمائی

"شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا"

گویند کہ عارضے گلِ تر خوشتر — گیسوئے کسے زمشک و عنبر خوشتر

گویم کہ خوشترے مرا دادہ اند — کو از ہمہ خوشتراں خوشتر، خوشتر

نظم چمن فروز

۱۳ ھ ۷۶

بہ سلسلہ دستار فضیلت محبی مولانا حافظ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی جمال پوری

(ہدیہ محبت)

بلبل نغمہ سرا — شد بہ طرب از نوا
شکریں نغمہ بر یخت — طوطی شیریں ادا
باد نسیم سحر — مشک فشاں آمدہ
سبزہ نو خوش د مید — لالہ بہ رقص آمدہ
کبک دری در خرام — شد بہ چمن چوں صبا
باد نسیم شمال — غالیہ بیز آمدہ
فاختہ خوش گلو — ساختہ خوش زمزمہ
چوں بشنید از کسے — ایں خبر جانفزا
نوشہ دیں ساختند — خوشتر خوش بخت را
خوشتر من خوش ادا — خوش نگہ و خوش لقا
خوش نظر و خوش سیر — خوش وضع و خوش نوا
باد مبارک ز من — ایں ہمہ عز و علا
آنکہ از و شد فروغ — مظہر اسلام را
حضرت شیخ الحدیث — قبلہ و مخد و منا

محرم راز جلی   واقف سر خفاء
شد ادب آموز تو   اے زہے ایں مرتبہ
اے زہے ایں منصبت   اے زہے ایں اعتلا
فخر کن و رقص کن   برچنیں بخت رسا
ازرہ فخر و نشاط   زیب دہد این ترا
طرہ دستار تو   گر بہ پرد تا سما
گم شدن اندر نشاط   لیک نباید ترا
سنج بہ میزان عقل   آنچہ بہ سر آمدہ
یعنی ز تکمیل علم   بر تو شد این فرض ہا
حفظ خودی حفظ دیں   نصرت دین ہدیٰ
از تو بود صد فروغ   ملت اسلام را
ہست خیال ادب   طول و ہم تا کجا
ہست ز تسنیم تو   مختصرت ایں دعا
تا بود ایں دور چرخ   ہمچنیں صیف و شتا
خوشتر و خوش بخت باد   خوشتر من خوش ادا

۱۰ مارچ ۱۹۸۵ء، تسنیم شمس بریلوی

گلدستہ فکر روشن

۷۵ ھ ۱۳

حضرت مولانا خوشتر صدیقی نے اپنے جشن دستار فضیلت کے یادگار موقعہ پر حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد بانی جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پوری کی خدمت میں اپنا یہ منظوم تاریخی سپاسنامہ فارسی میں پیش کیا

مرحبا اے درس گاہ دین پاک مصطفٰے
ایک داری مظہر اسلام نام جانفزا

اے زہے این منصبت این مرتبت این رفعتت
مہبط قدوسیاں ہستی تو از لطف خدا

حسن تزیین تو چوں بینند حوران بہشت
بر تو افشانند گلہائے عقیدت از سما

اے زہے این مرکزیت یافتی د رارض پاک
درس می گیرنداز تو ہندو افغان وخطا

اے خوشا ہستی تو زیر اہتمام آں جناب
سیدی سردار احمد حضرت استاذ ما

کز نوید مقدمش این جلسہ سیرت فروز
حاصل صد زیب و فرگشتہ بآئین صفا

حامیٔ سنت ابو المنظور شیر سنیاں
آنکہ می بخشد چراغ دین را نور و ضیا

ہستی اوچوں نبا شد پیشوائے دیں کہ اوست
سایہ پروردہ جناب حضرت حامد رضا

حضرت حامد رضا چشم چراغ اولیاء
ماہتاب اتقیاء و آفتاب اصفیاء

آنکہ مثل او کسے ہرگز نہ دیدہ لاکلام
درجہان اصفیاء و اولیاء و اتقیاء

آنکہ ور حسن تبسم یک ادائے خاص داشت
آنکہ درشان جمال اوخدا یاد دآمدہ

آنکہ وصف آں سراج السالکین نتواں شدن
بازمی گوئیم مدح حضرت استاذ ما

اے نواپیرائے گلزار حدیث مصطفےٰ
بلبل بستان قدس ہم گویدت صد مرحبا

اے شوم قرباں تو داری تو آں حسن بیاں
گوش میدارند برتقریر تو اہل سما

از فیوض اعلیٰ حضرت یافتی آن منزلت
قائد ملت شدی ہم نائب خیرالوریٰ

اعلیٰ حضرت حامی سنت امام المسلمین
ماحی بدعت جناب سیدی احمد رضا

آنکہ خطبہ خوان او اہل عرب اہل عجم
آنکہ قصر سنیت را کردہ مستحکم بنا

آنکہ مثل اودگر این مادر گیتی نزاد
درکلام منطق و فقہ و اصول و فلسفہ

چوں بفضل ایزدی اے شاعر صد نکتہ رس
طائر تخییل تو پرواز دارد تا سما

باز گویک مطلع روشن بوصف آں جناب
سیدی سردار احمد حضرت استاذ ما

مرحبا اے ناصر دین رہبر راہ ہدی
کردی روشن تو نام مظہر اسلام را

فارغ التحصیل طلباء را تو داری آن علو
می پرانند طرہ دستار خودراتا سما

اے خوشامن ہم غلام کفش بردار توام
گربہ بخت خویش نازم ہست ایں جائز مرا

زندہ باد اے ضیغم حق رزم جوئے دیوبند
می رمند ہمچوں شغال از توہمہ ایں دیوہا

چونکہ وصف بیشمار تو نگنجد در قیاس
میکنم ختم سخن برایں کلام و این دعا

روز افزوں در ترقی باد زیر سایہ ات
مظہر اسلام دینی درس گاہ جانفزا

دشمنانت خوار بادا دوستانت شاد کام
تاجہاں را آفتاب آسماں بخشد ضیا

درجہاں تا دیدہ باشد انقلاب روزگار
خوشترت در صحبت تو خو شگذارد زیست را

حضرت شیخ الحدیث کے حضور

ایک دریوزہ گرآستانہ عالیہ رضویہ اپنی تہی دامنی کے ساتھ حضرت العلامہ مصلح قوم شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مولوی سردار احمد صاحب قبلہ علیہ رحمہ کے حضور عقیدت کے پھول پیش کرتا ہے گر قبول افتلز ہے عزو شرف

سلام اے رہبر ملت سلام اے مصلح اعظم
سلام اے مخزن عظمت سلام اے مصلح اعظم

تری ہستی سے رونق ہے گلستان شریعت میں
ترے ذوق عمل سے روح ہے اعضائے ملت میں

تری اقوال سے چشمے ابلتے ہیں طریقت کے
ترے افعال سے گلشن مہکتے ہیں شریعت کے

تری سیرت عقیدت کا خزانہ عزم کا ملجا
تری لوح جبیں حسن عمل کا منبع و ماوی

ترے نظم عزائم سے سبق لیتی ہے اک دنیا
ترا حسن تدبر درس دیتا ہے شجاعت کا

تری حقانیت چھائے ہوئے ہے ذہن انساں پر
تری فطرت چلا کرتی ہے تہذیب مسلماں پر

ترا ہر لفظ دشمن کے لئے اک تازیانہ ہے
ترا جوش ارادت فی الحقیقت عارفانہ ہے

ترا جوش خطابت مدعی مفرور کیا کہئے
ہے اب تک لرزہ براندام لائل پور کیا کہئے

ہمارے غم کدوں میں روشنی ہیں تیری تقریریں
ہمارے قلب مضطر کا مداوا تیری تدبیریں

رضا کی شان آتی ہے نظر گفتار میں تیری
جھلک ہے حجتہ الاسلام کی رفتار میں تیری

ترا یہ عزم اور بروقت یہ اقدام کیا کہئے
بلندی پر ہے تیرا مظہر اسلام کیا کہئے

ہمارے آسمان علم پر تو مہر تاباں ہے
ہماری قوم کی تاریخ میں تو فخر انساں ہے

عقیدت کے یہ لے کر پھول اک ناکام آتا ہے
یہ خوشتؔر ہاں غلام حجتہ الاسلام آتا ہے

مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی جمال پوری سگ آستانہ عالیہ رضویہ حامدیہ بریلی شریف یہ نظم دستار فضیلت کے سالانہ جلسے میں بعد نماز جمعہ حضرت کی خدمت میں پیش کی گئی (یکم مئی ۱۹۵۳ء)

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

از شاعر ادبستان رضا حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی جمال پوری جامعہ رضویہ لائلپور ایک دریوزہ گر آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف اپنے کشکول گدائی میں طلبا جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی جانب سے حضرت العلامہ فخر المحدثین امام المتکلمین خطیب العلماء زین الفضلاء مولانا ابو المحامد سید محمد صاحب اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے حضور منقبت کے چند بکھرے ہوئے پھول پیش کرتا ہے

سلام اے قائد ملت سلام اے رہبر اعظم
سلام اے مخزن عظمت سلام اے رہبر اعظم

تری ہستی بہار اہلسنت اور جماعت ہے
ترا حسن عمل صد زینت ایوان ملت ہے

ترا نقش قدم ایقانن مستحکم کی راہیں ہیں
ترا جوش عمل مرد مجاہد کی نگاہیں ہیں

ترے کردار کی منزل درخشندہ ستارا ہے
تری گفتار کی ضو نور کا اک تیز دھارا ہے

ترے افعال عالم کے لئے قانون فطرت ہیں
خدا رکھے ترے اعمال سر تاپا ہدایت ہیں

ترا نظم سیاست بے نیاز مادیت ہے
ترا حسن تدبر بالیقین درس شجاعت ہے

تری سیرت کتاب قوم کی تفسیر روشن ہے
تری لوح جبیں حسن عمل کا ایک گلشن ہے

ترا ہر لفظ دشمن کے لئے اک تازیانہ ہے
ترا جوش ارادت فی الحقیقت عارفانہ ہے

تری روحانیت دستور عرفانی کا رہبر ہے
تری فطرت سے تہذیب مسلمانی بھی منور ہے

خوشا قسمت کے آپ آئے نگاہوں کو قرار آیا
ہجوم زندگی لیتا ہوا دور بہار آیا

مسرت کی گھٹائیں مظہر اسلام پہ چھائیں
ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی جانب بغداد سے آئیں

رضا کے فیض کا یہ مظہر اسلام منظر ہے
ز سر تاپا جدھر بھی دیکھیے خوشتر ہی خوشتر ہے

اسی کے نام سے بے دین کے گھر میں قیامت ہے
اسی کے کام سے پنجاب میں احیائے سنت ہے

دعا کیجئے کہ ہم تبلیغ دین کا کام کر جائیں
زمانہ میں شہ احمد رضا کا نام کر جائیں

مرے سر پر مرے سردار احمد کا رہے سایہ
ہمارے جامعہ ہوتا رہے بالا سے بھی بالا

تری آمد مری تاریخ کا اک باب روشن ہے
بحمد اللہ لائل پور تیرا آج مسکن ہے

۱۳۷۳ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۵۴ء

حضرت مفسر اعظم ہند کے حضور

مفسر اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں نبیرہ اکبر امام احمد رضا خاں بریلوی کا جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور میں خیر مقدم

سلام اے حامی سنت، سلام اے محسن اعظم
سلام اے ماحی بدعت، سلام اے محسن اعظم

تری ہستی متاع اہلسنت کی نگہباں ہے
کہ تو نور نگاہ حضرت احمد رضا خاں ہے

ترے افعال سے گلشن مہکتے ہیں شریعت کے
ترے اعمال سے روشن منازل ہیں طریقت کے

ترے ہر قول سے بے باکی مسلم نمایاں ہے
ترے حسن عمل سے لوح انسانی درخشاں ہے

تری تقریر کی راہیں تصوف کے اشارے ہیں
تری تحریر حق بینوں کے حق میں چاند تارے ہیں

تری تقریر سے دیوبند کا ایوان لرزاں ہے
تری تقریر سے خود نجد کا شیطان لرزاں ہے

تری تقریر کا ماخز کلام اللہ کیا کہئے
بجا ہے گر کہوں تجھ کو ولی اللہ کیا کہئے

ترا نقش قدم ایقان مستحکم کی راہیں ہیں
ترا جوش عمل مرد مجاہد کی نگاہیں ہیں

ترا نظم سیاست درس ہے تنظیم عالم کا
ترا حسن تدبر ہے سبق ایقاں محکم کا

ترا ہر لفظ دشمن کے لئے اک تازیانہ ہے
ترا جوش ارادت فی الحقیقت عارفانہ ہے

خوشا قسمت کے تم آئے نگاہوں کو قرار آیا
ہجوم زندگی لیتا ہو دور بہار آیا

گھٹا اڈی چلے بادل ہوائے خوشگوار آئی
صبا یہ چار دانگ عالم میں پکار آئی

یہ دیکھو ابن حضرت حجتہ الاسلام آپہنچے
پلانے کے لئے احمد رضا کا جام آپہنچے

وہی احمد رضا جس کا یہ پیارا نام نامی ہے
وہی جو دین مصطفوی کا ناصر اور حامی ہے

وہی جس کا ہمارا مظہر اسلام منظر ہے
وہی جو دین و ملت کا مجدد اور رہبر ہے

دعا کیجئے کہ ہم تبلیغ دیں کا کام کر جائیں
زمانے میں شہ احمد رضا کا نام کر جائیں

مرے سر پر مرے سردار احمد کا رہے سایہ
ہمارا جامعہ ہوتا رہے بالا سے دو بالا

تری آمد مری تاریخ کا اک باب روشن ہے
بحمد اللہ لائل پور ترا آج مسکن ہے

بروز جمعہ ۶ ربیع الاخر ۱۳۷۴ھ کو قبل نماز جمعہ فقیر نے رضوی جامع مسجد میں یے خیر مقدم پیش کیا

در منقبت حضور پر نور سید ابو الحسین احمد نوری قدس سرہ النوری[1]

سمجھ میں کچھ نہیں آتا مقام احمد نوری
تخیل سے کہیں بالا ہے بام احمد نوری

جسے دیکھو ہے مداح کلام احمد نوری
زمانہ بھر ہے اے خوشتر غلام احمد نوری

فضا میں چھیڑ کہ ساز پیام احمد نوری
سنا ہے ذرہ ذرہ سے کلام احمد نوری

تعالی اللہ یہ اوج مقام احمد نوری
جناب غوث اعظم ہیں امام احمد نوری

کریں بیدار جلوے اپنے دامن کی ہواؤں سے
کوئی غافل ہوا ہے لے کے نام احمد نوری

زبان پر العطش دل میں خلش چہرے پہ مایوسی
میسر کاش ایسے میں ہو جام احمد نوری

تجلی کا خلاصہ ہے محبت کی تمنا ہے
یہ صبح احمد نوری یہ شام احمد نوری

تڑپ کچھ اس طرح اے دل اگر تجھ کو تڑپنا ہے
کہ اک اک ٹیس سے پیدا ہو نام احمد نوری

تعالی اللہ یہ شائستگی افلاک والوں کی
مہ نو بھی ہے خم بہر سلام احمد نوری

---

[1] در مقام مارہرہ بتاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۷۲ منگل خواند شد

روانی ہے انہیں ذروں سے دریائے تجلی کی
انہیں ذروں میں پوشیدہ ہے گام احمد نوری

مزار پاک سے اٹھی ہوئی تنویر کہتی ہے
فرشتے بھی ہیں خم بہر سلام احمد نوری

بحد بندگی انسان کو حق سے ملاتا ہے
مکمل ہے بہر صورت نظام احمد نوری

نگہ والوں نے دیکھا ہے خرد والوں نے سمجھا ہے
قعود احمد نوری قیام احمد نوری

تعالی اللہ اسم با مسمی اے تعالی اللہ
ہزاروں بار قربان تجھ پہ نام احمد نوری

فضائیں جگمگا اٹھیں تجلی کی بہاروں سے
چمن آرائے فطرت ہے خرام احمد نوری

سواری آتی جاتی ہے شہنشاہ رسالت کی
معطر ہوتا جاتا ہے مشام احمد نوری

یہ خوشترؔ مصطفےٰ کا آپ کے قدموں پہ حاضر ہے
عطا ہو جائے بس حب دوام احمد نوری

جلو میں حضرت اچھے میاں کے حشر میں خوشترؔ
پکارا کاش میں جاؤں غلام احمد نوری

یہ نور خاص کا پیہم ترشح — جمال افروز نورانی فضائیں
تقاضا دل کا ایسے میں ہے خوشتر — مرے نوری میاں تشریف لائیں

منقبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ

جاں نثار نبی رضا میرا
تاجدار ولی رضا میرا

راحت زندگی رضا میرا
دو جہاں کی خوشی رضا میرا

تاب کس کو جو سامنے آئے
شیر شیر علی رضا میرا

دولت عشق مصطفیٰ دیدی
کس قدر ہے غنی رضا میرا

گلشن دین پھر مہک اٹھا
ہے شگفتہ کلی رضا میرا

اعلیٰ حضرت مجدد ملت
جو بھی کہے وہی رضا میرا

جس سے از ہند تا عرب مہکا
ہے وہ دیں کا کلی رضا میرا

جس کے مسلک پہ ناز ہے ہم کو
ہے وہی مرشدی رضا میرا

مذہب حق چمک اٹھا خوشتر
محی دین نبی رضا میرا

یے منقبت عرس رضوی میں بتاریخ ۲۵ صفر ۱۳۷۲ھ لائل پور میں پڑھی گئی

منقبت حضور سرکار محدث اعظم پاکستان[1]

ماحی رفض و بدعت کو نیند آگئی
نائب اعلی حضرت کو نیند آگئی

مفتی اعظم ہند کا لاڈلا
چل بسا اور فقاہت کو نیند آگئی

درس و تدریس کی سونی محفل ہوئی
نازش علم و حکمت کو نیند آگئی

ذکر جب چھڑ گیا اس لب پاک کا
ہر کلی کی نزاکت کو نیند آگئی

شوق بغداد کروٹ بدلنے لگا
آرزوئے زیارت کو نیند آگئی

روح سرشار تھی قلب بیدار تھا
چشم محو زیارت کو نیند آگئی

سونا سونا سا محراب و منبر ہوا
کس کی شان خطابت کو نیند آگئی

رحمت مصطفیٰ نے لیا گود میں
جاں نثار رسالت کو نیند آگئی

کوہ فاراں کی مجھ سے قسم لیجئے
پیکر استقامت کو نیند آگئی

خلد کی ہر روش چشم براہ ہے
رشک گلزار جنت کو نیند آگئی

فاضل نوجواں مجھ کو خوشتر بیاں
اب کہے کون حضرت کو نیند آگئی

دیکھتا ہوں جو اعمال دہل جاتا ہوں ، تیری رحمت کے تصدق میں سنبھل جاتا ہوں
تو عفو ہے تیری شان تحب العفو ، فاعف عنا جو میں پڑھتا ہوں مچل جاتا ہوں

---

[1] حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد علیہ رحمۃ المنان

یادگار منقبت حضور غوث اعظم قدس سرہ

آیا ہے یہ تیرا دیوانہ شیا للہ شیا للہ
کہتا ہے یہ ہر دم مستانہ شیا للہ شیا للہ

خالی ہے مری جھولی بھردو اے غوث مجھے بولی بھردو
دربار ہے تیرا شاہانہ شیا للہ شیا للہ

تو جان ولی ہے کان سخی دربار میں تیرے کیا ہے کمی
بھردے میرے ساقی پیمانہ شیا للہ شیا للہ

ہے حکم ترا حکم ربی اک دم میں جو چاہے کردے وہی
یہ دور ہے تیرا شاہانہ شیا للہ شیا للہ

میں بد ہی سہی میں چور سہی میں مجرم و خاطی کچھ ہی سہی
پر تیرا ہوں جان جانانہ شیا للہ شیا للہ

تو پیر مرا لاثانی ہے اور غوث مرا جیلانی ہے
میں تیرا مرید دیوانہ شیا للہ شیا للہ

چاہوں جو اگر تجھ کو چاہوں دیکھوں جو اگر تجھ کو دیکھوں
کردے مجھے سب سے بیگانہ شیا للہ شیا للہ

اسلام کا میں اک سائل ہوں اور نام کا تیرے شاغل ہوں
پڑھتا ہوا تیرا دوگانہ شیا للہ شیا للہ

چھوٹے نہ کبھی تو اور احمد مشکل جو پڑے ہو تیری مدد
گر وقت نزع ہو آجانا شیا للہ شیا للہ

میں سائل و کم ہمت زائر اور نام ترا عبد القادر
اور قادری تیرا کاشانہ شیا للہ شیا للہ

تو قاسم ابن القاسم ہے ہر نعمت تجھ سے قائم ہے
عالم ہے ترا لنگر خانہ شیا للہ شیا للہ

سب تیرے مزار انور پر ہوتے ہیں نچھاور آ آ کر
تو شمع ہے عالم پروانہ شیا للہ شیا للہ

میں اور مرے احباب پسر اور بھائی بہن بیوی دختر
سب کا ہو وظیفہ روزانہ شیا للہ شیا للہ

لیتے رہیں ہم سب نام ترا کرتے رہیں مل کر کام ترا
بغداد سے ہو آب و دانہ شیا للہ شیا للہ

تم دل میں جو جلوہ فرما ہو پھر کیا کہئے یہ کیا کیا ہو
آباد کرو یہ ویرانہ شیا للہ شیا للہ

خوشترؔ کو بلایا روضہ پر امید سے دی نعمت بڑھ کر
ہو لطف و کرم یہ سالانہ شیا للہ شیا للہ

یہ یادگار منقبت بغداد مقدس میں حضور غوث الاعظم قدس سرہ کے روضہ انور میں رخ انور کے سامنے بروز جمعرات ۵ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۷۴ء کو پیش کی گئی

اللہ اللہ شہ بغداد کے در تک پہونچا
آج بے گھر جو بھکاری تھا وہ گھر تک پہونچا

ترا منگتا جو تری راہ گذر تک پہونچا
عرش کے بام فرشتوں کے وہ در تک پہونچا

چوم کر خاک ترے در کی جو در تک پہونچا
ایک ذرہ تھا جو اب شمس و قمر تک پہونچا

جھومتا جاتا ہوں کہتا ہوا شیا للہ
تیری الفت کا جو سودا تھا وہ سر تک پہونچا

میں نے دیکھا ہے ترے روضے پہ دیوانوں کی
ہاتھ پھیلائے ہوئے باب اثر تک پہونچا

خدمتِ دین عمل خیر کی توفیق کے ساتھ
ہم کو پھر اے شہ جیلان مقر تک پہونچا

عفو نے کھول دیا بابِ شفاعت خوشترؔ
جھونکا بغداد کا جو دامن تر تک پہونچا[1]

قطعہ

غوث اعظم کا آستانہ ہے — ایک میں کیا جھکا زمانہ ہے
جو بھی مانگو ملے گا اس در سے — دو جہاں کا یہاں خزانہ ہے[2]

---

1 بغداد مقدس ۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ
2 بغداد مقدس صفر المظفر ۱۳۹۴ھ

بارگاہ غوثیت مآب میں معروضہ مستجاب

فریاد ہے فریاد ہے فریاد ہے یاغوث
یہ بندہ در مورد بیداد ہے یاغوث

کہتے ہیں بھکاری ترا برباد ہے یاغوث
ممکن نہیں یہ در ترا آباد ہے یاغوث

کیا خوف کوئی گر ستم ایجاد ہے یاغوث
میرے لئے کافی تری امداد ہے یاغوث

ہے ورد زباں شیا للہ کا نعرہ
ہر رنج سے سائل ترا آزاد ہے یاغوث

اچھا ہوں برا ہوں میں بہرحال ترا ہوں
کیا حق میں مرے آپ کا ارشاد ہے یاغوث

ہو نزع کا دم یا کہ لحد ہو کہ ہو میزاں
ہر ایک جگہ لب پہ تری یاد ہے یاغوث

پھر دل میں مرے نفس نے ڈالا ہے بسیرا
پھر تاک میں بیٹھا ہوا صیاد ہے یاغوث

لوٹی ہے اسی نے مرے گھر بھر کی کمائی
رہزن ہے ستمگر ہے یہ جلاد ہے یاغوث

فرماکے 'مریدی' لیا آغوش کرم میں
تاحشر ہر اک غم سے یہ آزاد ہے یاغوث

گو شامت اعمال نے رکھا نہ کہیں کا
پر تیرا تصرف قطب آباد ہے یاغوث
محفل جو عجم کی کہ صدا حل و حرم کی
ہر بزم ترے نام سے آباد ہے یاغوث
خوشتر سگ دربار ہے ٹکڑے پہ پلا ہے
فرمادیں یہ بندہ مرا آزاد ہے یاغوث[1]

وہ آئی عمرِ رفتہ کی دہائی ، اجل کرنے لگی ہے ہاتھا پائی
عزیزوں دوستوں نے ساتھ چھوڑا ، دہائی یا محی الدین دہائی

[1] لوڈیم، پریٹوریا، جنوبی افریقہ ۱۰ صفر ۱۴۱۳ھ / اگست ۱۹۹۲ء

اے شہ بغداد غوث ہر زمن — تجھ پہ صدقے میرا من یہ میرا تن
تیرے آگے جور کا کیا حوصلہ — کافی ہے اک تیرے ماتھے کی شکن
اے تعالی اللہ تیرا مرتبہ — اولیاء پیچھے ہیں اور تو گام زن
تیرا نعرہ قل ھو اللہ احد — تیرے آگے کفر بے گور و کفن
تو نے زندہ کردیا دین حنیف — اے محی الدین اے محی زمن
تو وہ میر کارواں سالار قوم — تو جو فرمادے وہی ہو من و عن
قادری میں بندہ قادر ہے تو — مجھ کو اچھا کر کہ بگڑا ہے چلن
ہے بلاد اللہ ملکی تیرا قول — ہیں تیرے زیر تصرف شہر و بن
لوگ کہتے ہیں کہ رسوا ہوں ترا — صدقے غیرت کے مجھے کردے حسن
ہے جو اعلامی علی راس الجبال — عرش رفعت ہوگا کیا پھر تیرا تن
تیری اک نسبت سے ہر نسبت ملی — مرضی مولیٰ نعال پنجتن
تو ہے قادر قادری رضوی ہوں میں — ہر طرح تیرا ہے خوشتر نسبتاً[1]

مرا منہ اور تری گفتار یاغوث — کرم تیرا ہے پردہ دار یاغوث
میں تنہا اور عدد بسیار یاغوث — تو مجھ تنہا کا ہے غم خوار یاغوث
کرو اچھا کہ ہوں بدکار یاغوث — مرا باطن ہی ہے بیمار یاغوث
یہ بندہ، بندہ ارذل تمھارا — مرے آقا مرے سرکار یاغوث
ہے میری لاج کس کے ہاتھ تیرے — ہے تیرے دم سے بیڑا پار یاغوث

---

[1] پارہ ماری بو، سرینام، ساؤتھ امریکہ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۹۱ء

مرے دل پہ ہے کندہ نام تیرا — نظر میں ہیں تیرے انوار یاغوث
دیا ہے نفس امارہ نے دھوکا — یہ دشمن ہے بڑا مکار یاغوث
اسی نے لوٹ لی ساری کمائی — اسی نے تو کیا ہے خوار یاغوث
دم آخر لحد میزان و پل پر — تری امداد ہو ہر بار یاغوث
شرف ہے اس کو شاہان جہاں پر — جو تیرا ہے سگ دربار یاغوث
ولایت تیرے گھر کی بھیک آقا — کرامت کا ہے تو مختار یاغوث
ہے تیرا قول ملکی تحت حکمی — ہے تو وہ حاکم و مختار یاغوث
ہے تیرے نام میں قدرت کا جلوہ — ہے تیرے کام میں قہار یاغوث
تصرف شرق سے تا غرب تیرا — حرم تا حل ترا دربار یاغوث
بنے گی میری ہر بگڑی تمہیں سے — پکاروں گا تمہیں ہر بار یاغوث
ہمارا خاتمہ بالخیر ہوگا — مدد ہو گر تری سرکار یاغوث
لگے ساحل سے خوشتر کا سفینہ — مدد ہے آپ کی درکار یاغوث[1]

---

[1] ۱۳ستمبر جمعۃالمبارک۱۹۹۱ء،اسٹریلیا

منقبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ[1]

اعلیٰ حضرت قائد ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
داعی مسلک اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام سے وہ احمد کی رضا ہے کام سے جس کے راضی خدا ہے
سبحان اللہ صورت و سیرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دین کو بے دینوں سے بچا کر سارے جہاں کو راہ دکھا کر
کی یوں دنیا بھر کی ہدایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حب محمد ﷺ جان ایمان عین ایمان اصل ایمان
یہ ہے مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس کا عمل آئینہ سنت علم سراپا جس کا ہدایت
جو ہے مجددِ دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے مقابل جو کوئی آیا وار یقیناً اس نے کھایا
یہ تھی ان کے علم کی ہیبت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس کو عرب نے جان لیا ہے اپنا مجدد مان لیا ہے
وہ ہے رضا معیار ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جو بھی ہوا گستاخ محمد ﷺ ہے وہ یقیناً کافر و مرتد
کی جس نے ہر آن اشاعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلی حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی قدس سرہ کے ۷۱واں عرس سراپا قدس میں نذرانہ عقیدت - ۱۸ جنوری ۱۹۹۳ء

حامئی سنت کون رضا ہے ماحی بدعت کون رضا ہے
ہے وہ امامِ اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عرس کی جس کے شان نئی ہے برکت ہر ہر آن نئی ہے
کہتے ہیں اس کو اہل محبت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس کا فتاویٰ دین مکمل جس کا مقالہ آخر و اول
سلسلہ جس کا تابہ قیامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غوث کا نعرہ ورد زبان ہے شیخ مرا احمد رضا خاں ہے
ہوں میں خوشترِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے رضا مرتبہ کتنا ہوا بالا تیرا
ہند تو ہند عرب میں ہوا شہرہ تیرا

نام اعلیٰ ہے ترا حضرت اعلیٰ تیرا
کام اولیٰ ہے ترا اے شہ والا تیرا

کوئی کیا جانے بڑا کتنا ہے رتبہ تیرا
اصفیاء چومنا چاہیں وہ ہے تلوا تیرا

کار تجدید ادا کرتا تھا خامہ تیرا
سر پہ باطل کے اٹھا کرتا تھا تیغا تیرا

کتنا اونچا کیا اللہ نے رتبہ تیرا
غوث اعظم کو کیا والی و مولیٰ تیرا

تیرے اچھے نے کیا ہے بڑا اچھا تیرا
پھر بھلا کیا کوئی بدخواہ کرے گا تیرا

نسبت آل رسول بھی عجب نسبت ہے
غوس تک لے گیا تجھ کو یہ وسیلہ تیرا

عمر کا تیرھواں سن ماہ دہم چار ہی دن
اسی مدت سے ہوا علم کا چرچا تیرا

اس صدی کا تو مجدد تو زمانے کا امام
اہل حق چلتے ہیں جس پر وہ ہے رستہ تیرا

تجھ کو اللہ نے ہر فضل عطا فرمایا
کون سا علم کہ جس میں نہیں حصہ تیرا

تجھ پہ ہے کہ تن بے سایہ کا سایہ ایسا
پھیلتا جاتا ہے ہر سمت اجالا تیرا

اس زمانے میں کوئی تجھ سا نہ دیکھا نہ سنا
غوث اعظم کی کرامت تھی سراپا تیرا

ہر جگہ منظر اسلام نظر آتا ہے
تیرا گھر کوچہ و بازار محلہ تیرا

تیری ہر بات ہے آئینہ حق و باطل
تیرے ہر کام میں ہے رنگ نرالا تیرا

فاضل ایسا کہ دیا رب نے تجھے فضل کثیر
عالم ایسا کہ ہر عالم ہوا شیدا تیرا

ہر ورق تیرا شریعت کی دلیل روشن
ایک قانون مکمل ہے فتاویٰ تیرا

تیری تحریر پہ انگشت بدنداں تھا عرب
تیری تقریر تھی کہ قادری تیغا تیرا

ترجمہ بن گیا قرآن کا کنز الایمان
حشر تک جاری یہ فیضان رہے گا تیرا

تیرے ایمان کا عنوان نبی کی الفت
عشق سرکار دو عالم تھا وظیفہ تیرا

میں رضا کار رہا تیرا سفر ہو کہ حضر
نام ہر طور میں لیتا رہا آقا تیرا

کارنامہ تری تجدید کا اللہ اللہ!
مسلک اہل سنن بن گیا رستہ تیرا

تو نے ایمان دیا تو نے جماعت دیدی
اہل سنت پہ یہ احسان ہے آقا تیرا

اب بھی تو ترے شاگردوں کے شاگردوں سے
قصر باطل میں بلند ہوتا ہے نعرہ تیرا

مسلک حق کی ضمانت ہے تیرا نام رضا
شان تحقیق ادا کرگیا خامہ تیرا

مصطفےٰ کا ترے خادم ترے حامد کا غلام
خوشترؔ بندہ دربار ہے تیرا تیرا

قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم
مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد
اے شہہ شاہ احمد رضا خان زندہ باد واصف شاہ رسولاں زندہ باد
قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم
مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد
داعی حق دین و ایماں زندہ باد مذہب حق کا نگہباں زندہ باد
قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم
مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد
اے فقیہہ اعظم ہندوستاں بوحنیفہ کا قلمداں زندہ باد
قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم
مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد
اللہ اللہ یہ نوازش تو ہوا انتخاب شاہ جیلاں زندہ باد
قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم
مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد
فکر کا تیری گذر افلاک پر ہر نظر تیری درخشاں زندہ باد
قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم
مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد
جو تھے لاینحل مسائل حل ہوئے کی وہ تحقیق نمایاں زندہ باد
قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم
مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد

تیری ہر مجلس ادب آموز تھی　　اے شعور فکر انساں زندہ باد

قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم

مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد

اس صدی کا تو مجدد تو امام　　تو سراپا فضل یزداں زندہ باد

قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم

مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد

واسطہ اچھے میاں کا صدقہ آل رسول　　ایک قطرہ بحر عرفاں زندہ باد

قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم

مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد

آپ یہ کہہ دیں تو مل جائے حیات جاوداں　　ہے یہ خوشترؔ میرا درماں زندہ باد

قادریم نعرہ یاغوث اعظم میزنم

مرشدی احمد رضا خاں زندہ باد[1]

سگ دربار مصطفوی ﷺ ہے خوشتر، گدائے آل مرتضوی ہے خوشتر

بڑا بدکار ہے اچھے میاں کا، غلام قادری رضوی ہے خوشتر

---

[1] یوم عرس قادری رضوی، ڈربن، جنوبی افریقہ، مطابق ۲۶ صفر المظفر ۱۴۱۱ھ / ۱۶ ستمبر ۱۹۹۰ء

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

اے امام الہدیٰ شاہِ احمد رضا　　　مرشد الاتقیا شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

حق کی تو ہے رضا شاہِ احمد رضا　　　تجھ سے راضی خدا شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

شکر اللہ کا شاہِ احمد رضا　　　دین تجھ سے ملا شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

اہل سنت کا بیڑا نہ کیوں پار ہو　　　اس کا تو ناخدا شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

غوث کا مصطفیٰ کا خدا کا ہوا　　　جو بھی تیرا ہوا شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

تو نے باطل کا سر کاٹ کر رکھ دیا　　　حق کو زندہ کیا شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

نام تیرا ہے حق تیرا ہر ہر ورق　　　حق کا ہے فیصلہ شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

مصطفیٰ غوث و خواجہ کے برکات تک　　　ہے تیرا سلسلہ شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

ہے یہ ماہِ صفر اس میں ہر ہر نگر　　　عرس تیرا ہوا شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

لاج دونوں جہاں میں تیرے ہاتھ ہے　　　میں طلب تو عطا شاہِ احمد رضا

شاہِ احمد رضا شاہِ احمد رضا

نزع و محشر میں خوشتر ہی خوشتؔر رہے　　　ہے یہ تیرا گدا شاہِ احمد رضا

سالانہ تہترواں (۷۳) عرس اعلی حضرت کے یادگار موقعہ پر - لوڈیم، پریٹوریا، جنوبی افریقہ، ۱۰ صفر المظفر ۱۴۱۳ھ / ۹ اگست، بروز اتوار ۱۹۹۲ء

فراق مفتی اعظم ہند

۱۹ ء ۸۱

کیا بتاؤں کون کیسا مقتدا جاتا رہا
مقتدا کرتے تھے جس کی اقتدا جاتا رہا

خوب صورت خوب سیرت خوش لقا جاتا رہا
خوبیِ خوباں کا جو معیار تھا جاتا رہا

حق شعار و حق نگر حق آشنا جاتا رہا
حق نگار و حق نظر حق رہنما جاتا رہا

پارسائی کی سند ملتی تھی جس کی ذات سے
پار ساؤں سے وہ ایسا پارسا جاتا رہا

آفتاب نور پہنچا جس کا تا نصف النہار
وہ ہوا زائل تو عالم نور کا جاتا رہا

اٹھ گیا نوری میاں کا وارث حق اٹھ گیا
جانشین حضرت احمد رضا جاتا رہا

کس کو ڈھونڈوں کس کو پاؤں اور کروں کس سے سوال
خود تھا ہر اک بات کا جو فیصلہ جاتا رہا

نطق بھی خاموش ہوجاتا کبھی جس کے حضور
وہ فصیح بے بدل اسلام کا جاتا رہا

مجلس بیعت میں آجاتے تھے جس کی غوث بھی
دوستو! وہ نائب غوث الوری جاتا رہا

اے بریلی اے زمین تاجدار علم و فن
جو امانت دار تھا اسلاف کا جاتا رہا

جانے والے تجھ پہ ہوں بے حد خدا کی رحمتیں
تو گیا تو حوصلہ اسلام کا جاتا رہا

مصطفیٰ تھا نام جس کا وہ تھا عشق مصطفیٰ
صورت و سیرت میں تھا جو مصطفیٰ جاتا رہا

گھول دیتا ہے جو رس کانوں میں میٹھے بول سے
اے سراپا گوش وہ شیریں نوا جاتا رہا

اے شبیہہ حضرت احمد رضا پائندہ باد
تو گیا تو آہ! اب احمد رضا جاتا رہا

مصطفیٰ منزل میں تو اور مصطفیٰ منزل تری
از بریلی تا مدینہ فاصلہ جاتا رہا

مدرسہ ہو کوئی مسجد ہو یا کوئی خانقاہ
ہر مکاں کا حسن تو لاریب تھا جاتا رہا

منزل گم کردہ منزل ہدایت کا نشاں
مرشد و ہادی ہمارا آسرا جاتا رہا

زندگی بھر تھی رضائے مصطفیٰ جس کو عزیز
وہ رضائے مصطفیٰ کا مصطفیٰ جاتا رہا

ڈوب کر بحر فنا میں وہ بقا کے گھاٹ تک
بہر دیدار شہ اہل بقا جاتا رہا

احمد نوری نے دی جس کی ولادت کی خبر
اس بشارت کی خبر کا مبتدا جاتا رہا
دل گیا تو غم نہیں کہ دل ربا کے پاس تھا
غم تو یہ ہے آج اپنا دل ربا جاتا رہا
وہ کہ جس کی دید تھی اس قلب مضطر کا قرار
اس دل بے آسرا کا آسرا جاتا رہا
احمد نوری نے جس کو دی خلافت ہند میں
احمد نوری کا وہ نوری رضا جاتا رہا
دست بھی جس کا براہ راست دست غوث تھا
جو مریدوں پر تھا اپنے کا السماء جاتا رہا
رہتا تھا سینہ سپر جو موج صد طوفان میں
کشتی امت کا ایسا ناخدا جاتا رہا
مطمنہ نفس امارہ ہوا جس کے حضور
جو بہر خناس تھا تیر قضا جاتا رہا
لمحہ لمحہ جو مجسم شاغل و ذاکر رہا
شغل و ذکر و فکر کا وہ مشغلہ جاتا رہا
خرد و ذخر و اجر و شافع چل بسا
ہم گنہ گاروں کے دل کا حوصلہ جاتا رہا
رونق محراب و منبرہ آہ! اب باقی نہیں
راکع و خاشع امام الاولیاء جاتا رہا

ہوگیا تاریک عالم اور ظلمت بڑھ گئی
چھپ گیا دن آفتاب پرضیا جاتا رہا

ناز تھا جس کے وجود ناز پر خود ناز کو
وہ سراپا نازش اہل ولا جاتا رہا

پیر وہ ایسا کہ لاکھوں لاکھ ہوں جس کے مرید
اس صدی کا بے بدل وہ رہنما جاتا رہا

ذات تھی جس کے مریدوں کے لئے حصن و حصین
وہ حفاظت کا مکمل دائرہ جاتا رہا

ہم سفر حیران منزل دور شب رہ پر خطر
قافلے کی خیر میر قافلہ جاتا رہا

جو رہا شیریں ادا ہر دم خدا کی راہ میں
٨١ ١٩
وہ دلائے حق امام الاتقا جاتا رہا
٠٢ ھ ١۴

جس نے دی تھی یہ دعا خوشترؔ کو خوشتر کر خدا
آہ وہ خوش تر کا خوشتر خوش ادا جاتا رہا

یہ طویل منقبت جشن صد سالہ مفتی اعظم ہند بمبئی ١٩٩١ء کے تاریخی اجلاس میں پیش کی گئی

معروضۂ بندۂ درگاہ

۱۲ ھ ۱۴

تعالی اللہ یہ اوج مقامِ مفتی اعظم
تخیل سے کہیں بالا ہے بام مفتی اعظم

عطیہ اور لاردَّ و لاکدَّ کے ہاتھوں سے
غلاموں پر تھا یہ فیضان عام مفتی اعظم

رہے پیش نظر دفع مضرت خدمت دیں میں
یہی تھا قول تھا ہر دم یہ کام مفتی اعظم

شریعت ہی ہے سرچشمۂ یہاں راہِ طریقت کا
بہر صورت مکمل ہے نظام مفتی اعظم

ہوا ساکت فضا خاموش اور ماحول سنجیدہ
نظر والوں نے دیکھا ہے خرام مفتی اعظم

میں یورپ سے براہ ماریشس بمبئ تک آ پہنچا
کہاں سے اور کہاں پہنچا غلام مفتی اعظم

مزار پاک پہ ہم ہی نہیں حاضر یہ عالم ہے
فرشتے بھی ہیں خم بہرِ سلام مفتی اعظم

یہ جشن پاک بن کر منظر اسلام آنکھوں کو
نظر آتا ہے کیا فیض دوام مفتی اعظم

رضا کا نام گونجا شرق سے تا غرب عالم میں
بنام سنی رضوی تھا پیامِ مفتی اعظم

عمل کی شرط عالم کے لئے فتویٰ ہو تقویٰ پر
نہیں آسان ہو قائم مقام مفتی اعظم

کھلے ہیں مغفرت کے پھول بخشش کے حدائق میں
عجب سامانِ بخشش ہے کلام مفتی اعظم

زیارت گاہِ خاصان خدا ہے مرقد نوری
ہے فردوس نظر نور تمام مفتی اعظم

حسب کا بت نسب کا جال علم و فضل سے توڑا
تھا اَتقاکم خدا شاہد مقام مفتی اعظم

رسائی اس کو کہتے ہیں شہ بغداد تک پہونچا
ہوا بے ہوش لیکر جو بھی نام مفتی اعظم

شرف یہ بمبئی کو آج بھی حاصل ہے اے خوشترؔ
یہاں کی ہر گلی نوری بنام مفتی اعظم[1]

[1] امام بر حق حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ محمد مصطفٰے رضا خاں قادری رضوی نوری بریلوی کی ولادت باسعادت کے جشن صد سالہ منعقدہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ، ۱۷، ۱۸، ۱۹ جنوری ۱۹۹۲ء بمبئی کے یادگار موقع پر ایک تاریخی 'معروضہ بندۂ درگاہ' فقیر قادری سگِ بارگاہِ رضوی محمد ابراہیم خوشتر صدیقی بانی سربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل

یاہادی سیدی ابوالبرکات قدس اللہ سرہ العزیز

۹۸ ھ ۱۳

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات سید احمد (بانی مرکزی دار العلوم حزب الاحناف، لاہور)
خلیفۂ امام احمد رضا کے وصال پر ملال پر ہدیہ عقیدت

ہے یہ کیسا سانحہ سید ابوالبرکات کا
حزن ہے عالم پہ طاری دن پہ سایہ رات کا
جس کی تھی ذات گرامی اہل سنت کا مدار
تھا بھروسہ جس پہ میرا تیرا صدہا ذات کا
کس کو ڈھونڈوں کس کو پاؤں اور کروں کس سے سوال
کون ہے ایسا جو کردے فیصلہ ہر بات کا
جانشین حضرت دیدار کا دیدار ہے
فرش سے تا عرش ہے اک سلسلہ بارات کا
بت شکن ایسا کہ شیخ نجد ہو یا دیوبند
سب کو ہے اقرار سر توڑا ہے ان کے لات کا
اے فقیہ اہل سنت شارح قول رسول
تو نے روشن کردیا مفہوم ہر آیات کا
اگرہ ہو بمبئ ہو دہلی یا لاہور ہو
ہر جگہ تو نے بدل ڈالا ہے رخ حالات کا

تو شرف میں اشرفی مسلک میں پابند رضا
قادری مشرب میں کیا کہنا ہے تیری ذات کا

شیخ ہو یا شاب ہر سائل کو ملتا تھا جواب
تیرا سینہ تھا کہ گنجینہ تھا معلومات کا

وعظ ہو تذکیر ہو تدریس یا تحریر ہو
مذہب حق ہی رہا معیار تیری بات کا

تیری مجلس مجلس اخیار تو خیر الامم
نائب خیر الوری تھا وصف تیری ذات کا

آرہا ہے آپ کی خدمت میں لندن سے حضور
لے کے نوحہ رحلت سید ابوالبرکات کا

کوکب اسلام حضرت مولانا ریحان	جنت مکان نبیرۂ حجۃ الاسلام
بزرگ نہاد سجادہ نشین آستانہ عالیہ	قادریہ رضویہ دائماً ابدا

کے وصال پر ملال پر **قطعہ تاریخی**

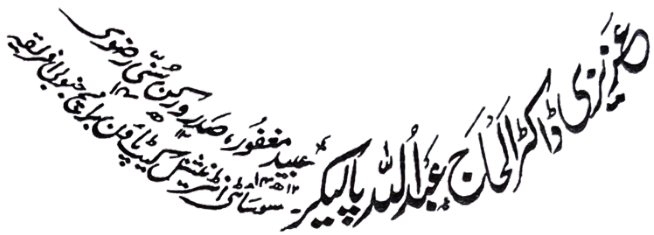
کون دنیا سے گیا روتے ہیں آہ — منظر اسلام مسجد خانقاہ
شکر یہ مصرعہ ملا تاریخ کا — داخلِ جنت ہوا ریحان اللہ

منظوم فریادِ دلم

آہ کیا آئی خبر حضرتِ ریحان گئے — کر کے دنیا میں بڑا دین کا سامان گئے
مسجد و مدرسہ و خانقاہ و سجادہ — ہر جگہ شور ہے ہم سب کے نگہبان گئے
تھا وہ سوداگری کوچہ مرے سوداگر کا — سامنے اس کے بڑھا کر سبھی دوکان گئے
گلشنِ حَامِدِ مِنّی تھا وہ شاداب کہ آہ — آ گیا دورِ خزاں حضرتِ ریحان گئے
جاننے والے رہے اپنے تغافل کا شکار — جو تھے انجان تجھے اچھی طرح جان گئے
پھول مرجھائے جھکی شاخ کلی کھل نہ سکی — شور ہے باغِ رضا کے گل و ریحان گئے
تو نے وہ منظرِ اسلام کو منظر بخشا — جو بھی اس باغ میں آئے وہ پر ارمان گئے
ترے افکار نے تعمیر کو اک روپ دیا — ترے انداز حسیں ایسے کے سب مان گئے
تری رحلت کا وہ غم کہ غمِ عالم بڑا — تری فُرقت کا وہ صدمہ کہ دل و جان گئے
اللہ اللہ یہ مقدر کہ اب وجد کے حضور — ماہِ رمضان میں ریحان رضا خان گئے
چاہے اَفریقہ و یورپ ہو کہ ہو برِ صغیر — تم جہاں پہونچے رضا کا لئے فیضان گئے
دورِ ہنگامی ہو یا نسل کی بندی کا ہو دور — تم ہر اک دور میں حق کا لئے فرمان گئے
ہو گئی آہ گلی آج یہ کیسی سونی — کوئی اب اٹھے کہ ریحان رضا خان گئے
بجھ گئی شمعِ شبستانِ رضا اے خوشترؔ — لوگ کہتے ہیں کہ ریحان رضا خان گئے

---

٦ شوال ١٤٠٥ھ / ٢٥ جون ١٩٨٥ء



کی وفات حسرت آیات پر سگِ بارگاہ مولائے رضوی، فقیر فقیران قادری نوری، دعا گو خوشتر عاصی صدیقی کا

۱۹ ء ۹۲ ۱۴ ھ ۱۲ ۱۴ ھ ۱۲

خراج مستحق

۱۴ ھ ۱۲

آج تک صدمہ تھا عبد القادر مرحوم کا
اب خبر آئی گئے دنیا سے عبد اللہ بھی

جس کا گھر تھا حلقۂ ذکر خدا ذکرِ رسول
لب پہ نام غوث تھا اور یا رسول اللہ بھی

یاد کرتا ہے ابھی تک حلقۂ ذکرِ الٰہ
تھا وہ ایسا ذاکر و شاغل خدا آگاہ بھی

کیپ میں تھا سُنّی رضوی کا وہ صدر محترم
حق تعالے نے اسے بخشا تھا عزّو جاہ بھی

نام لیوا تھا رضا کا اور تھا ایسا قادری
تھی صدائے غوث سے خالی نہ اس کی آہ بھی

وہ غریبوں کا معالج اور یتیموں کا کفیل
جس نے کی اپنی طبابت فی سبیل اللہ بھی

جو رہا از کیپ تا کشمیر سر گرم عمل
تاثر یا علم کی جسکی تھی جو لا نگاہ بھی

صدقہ اصحابِ کبار اور بنت عبداللہ ہیں چار
اور ثریا جن کی ماں ہیں اور حق آگاہ بھی

بھائی ہیں دونوں عزیزی آدم و عبد الکریم
اور بھتیجا ہے علیم ما جہاں آگاہ بھی

ہیں جمیلہ اور فریدہ نیک خو پیاری بہن
اور سب افراد خانہ ہیں خدا آگاہ بھی

مسلکاً تھا سُنی رضوی مشرباً تھا قادری
تھا ارادت مند میرا اور چراغِ راہ بھی

ہے دعا گو خوشترؔ عاصی و صدیقی سدام
یہ مریدِ غوث بھی ہے بندہ درگاہ بھی

حضرت مولٰنا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی جمال پوری کا

رنگ تغزل

یعنی

کاشانہ غزل

---

۱۴ ھ ۱۴

شاعری کا آغاز برنگ مجاز

پتہ یہ نہیں ہے کہاں جا رہا ہوں
طلب ہے کسی کی کھنچا جا رہا ہوں

محبت کے صدقے محبت کے قربان
محبت میں کیا کیا مزے پا رہا ہوں

نسیم سحر تو نے احساں کیا ہے
مہک ان کی زلفوں کی میں پا رہا ہوں

قسم تجھ کو جلووں کی پردہ نہ کرنا
تصور میں تیرے میں خود آ رہا ہوں

تصور کی رنگینیوں کے تصدق
قمر کو بھی میں آج شرما رہا ہوں

ستم سہتے سہتے یہ حالات ہوئی ہے
بہر لحظہ اس میں مزا پا رہا ہوں

ترے نقش پا اور میری جبیں ہے
تری راہ میں سر کے بل آ رہا ہوں

کرم حال خوشترؔ پہ اے شعر گوئی
کہ دیوانہ میں تو ہوا جا رہا ہوں

۱۹۴۶ء

رہے یہ یاد بنایا تمہیں حسیں میں نے
تمہیں سکھائے ہیں انداز دل نشیں میں نے

تھی ایسی درد میں ڈوبی ہوئی فغاں میری
ہلا دی حسن خور آراء کی سرزمیں میں نے

قسم ہے ماہ کی اور ان حسین تاروں کی
ترے بغیر اٹھائی نظر نہیں میں نے

شباب آپ کا گویا بہار عالم ہے
شگفتہ پھول ہے دیکھا جہاں کہیں میں نے

تری نگاہ کی مستی سے چھک گیا تنہا
اٹھاکے رکھ دیا ہاتھوں سے ساتگیں میں نے

ترا شباب بنی ہے مری غزل جب سے
خیال شعر میں راتیں گزار دیں میں نے

خود ہی کو شاعر رنگیں نوا بنانے میں
شباب و کیف کی راتیں گزار دیں میں نے

شب فراق دم واپسیں سر محشر
ترے خلاف بھی کھولی کہیں زباں میں نے

شب فرق کو یادش بخیر اے خوشتؔر
بنا لیا ہے بہت راحت آفریں میں نے

۱۹۴۷ء

رنگینیاں ہیں نگہ اشکبار کی
تصویر کھینچ کے آگئی حسن بہار کی

شوخی اثر دکھائے نہ رفتار یار کی
صورت بدل نہ جائے کہیں پھر قرار کی

اب رہ گئی ہے صرف یہ صورت قرار کی
تعمیل کر رہا ہوں ترے انتظار کی

داغوں سے میرے دل کے کرے گی مقابلہ
آئی بڑی کہیں کی یہ صورت بہار کی

اپنا بنالوں کاش تمہاری نظر کو میں
صورت بدل دوں گردش لیل و نہار کی

ان کے خرام ناز کے بوسے لئے ہیں آج
رفعت تو دیکھئے مرے مشت غبار کی

ہے ان کی ٹھوکروں میں غبار وفا پرست
مدت کے بعد جاگی ہے قسمت مزار کی

کھائیں قسم نہ مژدہ دیدار پر حضور
ہے اعتبار مجھ کو قسم اعتبار کی

خوشترؔ وہ یاد بھی تو نہیں اب شریک حال
صورت رہی نہ کوئی شکیب و قرار کی

۳-۸-۱۹۴۷ء

غم خوردہ بد نصیب کی حالت نہ پوچھئے
ہر رگ میں جو بپا ہے قیامت نہ پوچھئے

مایوس التفات کی حالت نہ پوچھئے
یہ سب ہے آپ ہی کی عنایت نہ پوچھئے

ہر پارسا ہے مست ہر اک سرخوش شراب
کیا کیا بہار کی ہے شرارت نہ پوچھئے

ہیں لب ادھر خموش نگاہیں ادھر خموش
آداب بارگاہ محبت نہ پوچھئے

شکوے یہاں گناہ خموشی یہاں فریب
ہے عشق کی عجب یہ سیاست نہ پوچھئے

ان کے خرام ناز کے بوسے لئے ہیں آج
مشت غبار کی مری رفعت نہ پوچھئے

گویا انہیں تعلق خاطر ہی کچھ نہیں
انداز اعتراف محبت نہ پوچھئے

پائندہ باد کشمکش زحمت فراق
رگ رگ میں نیش زن ہے محبت نہ پوچھئے

خوشتر ترے سخن میں تجلی ہے طور کی
کس درجہ شمس کی ہے عنایت نہ پوچھئے

۴-۵-۱۹۴۷ء

مغموم نگاہیں اٹھ جائیں غیرت کو گوارا ہو نہ سکا
جلووں کی تو بارش ہر سو تھی ہم سے ہی نظارا ہو نہ سکا
قسمت بھی ہماری ہو نہ سکی اور وہ بھی ہمارا ہو نہ سکا
جیتے بھی تو ہم کیوں کر جیتے جینے کا سہارا ہو نہ سکا
ہم اس کو خوشی سے کھو بیٹھے دل آپ کو پیارا ہو نہ سکا
بربادی کامل ہو نہ سکی یہ شوق بھی پورا ہو نہ سکا
احسان ہوں ہم پہ ساحل کے یہ ہم سے گوارا ہو نہ سکا
کشتی ہی ڈبو دی طوفاں میں جب اور سہارا ہو نہ سکا
قسمت کی تباہی کیا کہئے کشتی جو قریب ساحل تھی
اک موج تلاطم ایسی اٹھی ساحل بھی ہمارا ہو نہ سکا
محفل میں وہ ہم سے کیا ملتے وہ وضع بدلتے کیوں اپنی
چھپ چھپ کے بھی ان سے مل لینا قسمت کو گوارا ہو نہ سکا
امید تھی لب تر کر لیں گے دو چار جرعے تو پی لیں گے
نظروں کا تصادم کیا کہئے ساغر بھی ہمارا ہو نہ سکا
ناکام تمنا جاتا ہے معصوم نظر کا سودائی
دیدار کی پیاسی آنکھوں کو دیدار تمہارا ہو نہ سکا
بے پردہ ہوئے تو اور بھی وہ پردوں میں چھپے تھے اے خوشترؔ
اس حشر بداماں منظر کا پر کیف نظارا ہو نہ سکا

۱۵-۶-۱۹۴۸ء

مکاں یا لامکاں یا کہکشاں سے
تمہیں آواز دوں آخر کہاں سے

تصور میں یہ عالم ہے خودی کا
گزر جاتا ہوں میں کون و مکاں سے

یہ نکتہ کاش وہ ظالم سمجھتا
کہ لگتی آگ ہے آہ و فغاں سے

الٰہی خیر ہو محفل میں دل کی
نظر آتے ہیں وہ کچھ بد گماں سے

دل مجروح کی حالت تو دیکھو
ستارے ٹوٹتے ہیں آسماں سے

کسی کی یاد وہ بھی الجھنوں میں
بڑی بے درد ہے آئی کہاں سے

یہ عالم ہے نگاہوں کی روش کا
نظر آتے ہیں ہر دم بد گماں سے

دیار شمس کے صدقے میں خوشترؔ[1]
مجھے تقدیر لے آئی کہاں سے

بزم نشاط و کیف کا ہر رخ بدل گیا
زد میں تیرے عتاب کی دل آ کے جل گیا

احساس ارتقا گیا پاس عمل گیا
جو کچھ تھا تیرے پاس وہ سب کچھ نکل گیا

تھا ذرہ ذرہ کعبہ مقصد مرے لیے
میں ان کی رہ گزار میں یوں سر کے بل گیا

یہ بھی ہے التفات کا پہلو لیے ہوئے
سجدہ میں کر رہا تھا کہ کعبہ بدل گیا

ان کا حجاب اور نگاہوں کا اضطراب
اس کشمکش میں وقت قیامت کا ٹل گیا

---

[1] ۱۹۴۹ء

بے خود ادھر ہے رند ادھر پارسا ہے مست
جادو تری نظر کا خدائی پہ چل گیا

تھا جادہ طلب میں اک ایسا مقام بھی
دانستہ پاؤں میرا وہیں پر پھسل گیا

ذروں پہ خلد حسن کی تصویر کھینچ گئی
ہر زاویہ نگاہ طلب کا بدل گیا

دیدار ان کا اور نگاہوں کی لغزشیں
یہ خیریت ہوئی کہ مرا دل سنبھل گیا

منزل بھی میرے ساتھ ہے سر گرم جستجو
میں ان کی آرزو میں کہاں تک نکل گیا

کچھ اس طرح اٹھی نگہ بے قرار شوق
ان کے حجاب ناز کا ہر گوشہ جل گیا

چشم کرم نے اور لگادی جگر میں آگ
برق نگاہ لطف سے جو کچھ تھا جل گیا

دنیائے جستجو کی حدیں ختم ہوں محال
خوشترؔ میں ہر گمان سے آگے نکل گیا[1]

ہر صبح نئی بات ہے ہر شام نئی بات
انساں کی زباں ہے کہ ہے تضمین خرافات
خاموش ہو تو بنتی ہے یہ جوہر دانش
سچ بولے تو الفاظ سلف کی ہیں روایات

---

[1] ۱۳-۱۰-۱۹۵۱ء

طوفان امنڈ رہا ہے دنیائے متقی میں
مینائے شیخ گم ہے پیمانہ خودی میں

کوئی بڑھے تو آگے دنیائے عاشقی میں
ضرب کلیم اب بھی ہے سحر سامری میں

انساں کے کام آنا اور وہ بھی بے کسی میں
یہ عین بندگی ہے تفسیر بندگی میں

ایسا ہوا ہے اکثر تیری طلب کی دھن میں
گزرا چلا گیا ہوں ہر رہ سے بےخودی میں

مجھ کو نہ ہوش دل کا دل کو نہ ہوش میرا
کیا جانئے کہاں ہوں ذوق خود آگہی میں

امڈا ہوا ہے دل میں طوفان حسن جاناں
جذبات بہہ رہے ہیں امواج بےخودی میں

اے غیرت مسیحا تیرے قدم جو آئے
اک جان پڑ گئی ہے اب میری جان کنی میں

کوئی بڑھے نہ آگے میں جان دے رہا ہوں
شاید ملے نہ موقعہ پھر مجھ کو زندگی میں

دنیائے رنگ و بو میں ڈھونڈا کرے زمانہ
میں تم کو پا رہا ہوں پھولوں کی تازگی میں

عقل و خرد کی دنیا سر دھن رہی ہے لیکن
وہ مجھ کو مل گئے ہیں آغوش بندگی میں

انسانیت کی دھجی انساں اڑا رہا ہے
قومیں بھٹک رہی ہیں باطل کی رہبری میں

وجہ نشاط دل ہے خوشتر غم محبت
صد شکر قلب مضطر شاداں ہے بے کسی میں[1]

کوئی چلا ہے بے سرو ساماں   راہ مسافر کا کل پیچاں
ہر ہر منزل انجانی سی   ہر ہر رہبر فتنہ بداماں

ان کے ہاتھوں میں جام ہے گویا
فیض محفل پہ عام ہے گویا

جلوہ حسن عام ہے گویا
عشق کا یہ نظام ہے گویا

رخ پہ زلفوں کا دام کیا کہئے
صبح مانند شام ہے گویا

جب سے دیکھا ہے روئے روشن کو
دل مرا شاد کام ہے گویا

حسن ہارے تو جیت ہے اس کی
دیدنی یہ مقام ہے گویا

---

[1] ۲۱-۶-۱۹۵۲ء

خاک ہو کر ہے دل چمن بردوش
کوئی محو خرام ہے گویا

زندگی اور موت کے جھگڑے
یہ جہاں کا نظام ہے گویا

جو مجھے بے نیاز غم کردے
ہاں وہ تیرا ہی نام ہے گویا

نگہ مست ناز کیا کہنا
آج گردش میں جام ہے گویا

ہر نفس ہے جہاں کیف و سرور
مجھ سے وہ ہمکلام ہے گویا

جس کو خوشترؔ خودی کا ہوش نہیں
اس پہ جینا حرام ہے گویا[1]

مرا یہ درد مرا غم کسی کو کیا معلوم
نکل نہ جائے کہیں دم کسی کو کیا معلوم
مرا یہ جرم محبت کہ آج تک خوشترؔ
ہر ایک مجھ سے ہے برہم کسی کو کیا معلوم

[1] ۱۶-۶-۱۹۵۱ء

کسی کی یاد میں رہتی ہیں آنکھیں اشکبار اکثر
محبت میں گزرتے ہیں یو نہی لیل و نہار اکثر

لہو رویائے ہے تیرے غم میں قلب بیقرار اکثر
مری دنیائے ناکامی میں آئی ہے بہار اکثر

سمٹ آیا ہے چشم آرزو میں حسن یار اکثر
حریم جلوہ رہتی ہے نگاہ انتظار اکثر

مجھے ابرام ساقی کی ضرورت ہی نہیں پڑتی
ان آنکھوں کے تصور نے بنایا بادہ خوار اکثر

سراپا راز ہے محویت دل راہ الفت میں
پکار اٹھتے ہیں ہم تجھ کو کہیں دیوانہ وار اکثر

وہ سب کچھ جان کر بھی پوچھتے ہیں تجھ سے یہ پیہم
رہا کرتا ہے کیوں تجھ کو ہمارا انتظار اکثر

ترا غم ہے نشاط زیست اس سے چھوٹنا کیسا
جہان عشق کو پایا ہے ہم نے سوگوار اکثر

کوئی دیکھے تو یہ سادہ دلی اہل محبت کی
کیا ہے وعدہ فردا پہ ان کے اعتبار اکثر

کمال عشق اس عالم میں لے آیا ہے اے خوشترؔ
جہاں رہتے ہیں میری یاد میں وہ بے قرار اکثر

۱۹۵۱ءبریلی شریف

کچھ ایسے دیکھ رہی ہے تری نگاہ ناز
کہ جیسے آتے نہیں ضبط کے مجھے انداز

نگاہ دید طلب اٹھ کے بن گئی اعجاز
کہ تار تار ہوا پردہ حریم مجاز

یہ کس فضا لے آیا ہے مجھ کو جوش نیاز
ہر ایک موج نظر بن گئی ہے جلوہ ناز

ترے خیال کی اس محویت کو کیا کہئے
ہر ایک قید سے آزاد ہوں دردن نماز

میں کیا ہوں آیا کہاں سے یہ کچھ نہیں معلوم
صدائے ساز تمنا ہے غیب کی آواز

طلسم راز ہے تخلیق ابن آدم کی
اسی میں نور حقیقت اسی میں نور مجاز

یہ انقلاب کی نیرنگیاں معاذ اللہ
ہوا ہے دوش خزاں پہ بہار کا آغاز

ترا کرم ہی امیدوں کا میری مرکز ہے
ملا ہے جو بھی تجھی سے ملا ہے بندہ نواز

یہ زیست کیا ہے حقیقت نہ پوچھے اس کی
فضا میں گونج کے خاموش ہو گئی آواز

نظر کے سامنے ہے آج جلوہ مستور
ہے دیدنی یہ مری چشم شوق کی پرواز

یہ فیض حسن تصور ہے ورنہ اے خوشتر
کہاں نگاہ تمنا کہاں وہ جلوہ طراز[1]

زندگی این و آں میں گزری ہے
جستجوئے نہاں میں گزری ہے
پھر بھی خود کو نہ میں نے پہچانا!
سود کیسا زیاں میں گزری ہے

---

[1] ۱۹مارچ ۱۹۵۱ء بریلی شریف

وہ زاہد جو حرم سے تا صنم خانہ نہیں آتا
نہیں آتا اسے جلووں کو اپنانا نہیں آتا

زباں پر بے کسی غم کا افسانہ نہیں آتا
محبت کر کے ان سے دل کو تڑپانا نہیں آتا

تعلق حسن دل آویز سے ہو قطع ناممکن
کہ بزم دوست میں آکر مجھے جانا نہیں آتا

یہ دل مرہون منت آج تک ہے نوک مژگاں کا
عبث کہتے ہو مجھ کو تیر برسانا نہیں آتا

نگاہ مست ساقی کا یہ اک ادنی کرشمہ ہے
کہ بادہ رقص میں گردش میں پیمانہ نہیں آتا

یہ تیری مسکراہٹ کی بہاریں جاددانی ہیں
تبسم کی کلی کو کھل کے مرجھانا نہیں آتا

یہاں پر دخل اے دل کیا ہے واعظ اور زاہد کا
صنم خانہ کھلا ہے اس میں بیگانہ نہیں آتا

میں پیتا ہوں بقدر ظرف اپنے ہوش میں رہ کر
دل بے خود کو مستی میں بہک جانا نہیں آتا

کشش سوز محبت کی اسے خود کھینچ لاتی ہے
حضور شمع بڑھ کر کوئی پروانہ نہیں آتا

تسلی وعدہ فرد اسے اس کی ہو جائے گی
تمھیں شاید دل ناداں کو بہلانا نہیں آتا

نگاہ آرزو اک جلوہ خود اعتمادی ہے
مجھے غیروں کے آگے ہاتھ پھیلانا نہیں آتا

نگاہیں کھیلتی رہتی ہیں اہل دل کی جلووں
دل زاہد کو ہر منظر پہ چھا جانا نہیں آتا

دل بیمار الفت نے نیاز چارہ سازی ہے
مذاق سوز غم کو درد بن جانا نہیں آتا

متاع عقل رکھتا ہوں خدا کا شکر ہے خوشتر
مجھے ہر ایک کی باتوں میں بہہ جانا نہیں آتا[1]

ظلم کا یہ انداز نیا ہے
گیت وہی ہے ساز نیا ہے
تھوک بھرا منہ آنکھ میں شعلہ
دیکھ یہ فتنہ باز نیا ہے

---

[1] ۲۲-۳-۱۹۵۱ء

کیا ہیں یہ طلسمات میں کچھ سوچ رہا ہوں
تم اور حجابات میں کچھ سوچ رہا ہوں

یہ عشق کے جزبات میں کچھ سوچ رہا ہوں
ہر گام پہ آفات میں کچھ سوچ رہا ہوں

بدلے ہوئے حالات میں کچھ سوچ رہا ہوں
آجائیں نہ آفات میں کچھ سوچ رہا ہوں

ہے کون محبت کی فضاؤں میں ضیا پاش
برہم ہیں خیالات میں کچھ سوچ رہا ہوں

یہ صبح کا ہنگام یہ خاموش ستارے
رخصت کے یہ لمحات میں کچھ سوچ رہا ہوں

ہر ظرف نگوں ساقی میخانہ ہے مد ہوش
اے رند خرابات میں کچھ سوچ رہا ہوں

وہ جلوہ نما اور نہیں دل کو مرے ہوش
کیوں کر ہو ملاقات میں کچھ سوچ رہا ہوں

آنکھوں میں نمی لب پہ تبسم کی ضیائیں
پر لطف یہ برسات میں کچھ سوچ رہا ہوں

رہرو ہے نہ رہبر کوئی جاوہ ہے نہ منزل
یہ کیا ہیں مقامات میں کچھ سوچ رہا ہوں

یہ بزم طرب اور یہ مایوسی پیہم
بے کیفی جزبات میں کچھ سوچ رہا ہوں

وہ ہیں کہ ہے جزبات محبت کی تجلی
اے تاروں بھری رات میں کچھ سوچ رہا ہوں
کیوں کوئے محبت میں ہر اک گام پہ خوشتر
دھندلے سے نشانات میں کچھ سوچ رہا ہوں

کیا بتاوں میں کہاں اور یہ کیوں کر گزری
کچھ حضر میں ملی فرصت تو سفر میں گزری
زندگی نذر ہوئی تیری کہ تونے دی تھی
جو بھی گزری وہ تری راہ گزر میں گزری

خشک آنسو سرد آہیں کیف کا عالم نہیں
مرحبا اے وسعت غم تیری دنیا کم نہیں

مل رہا ہے خاک میں سرمایہ دارانہ نظام
کون کہتا ہے غریبوں کو کوئی ہمدم نہیں

اہل مغرب چھا گئے اطلانٹک کے روپ میں
ایشیا والوں کا کوئی متحد پرچم نہیں

خود ہی خوں آدمیت کر رہا ہے آدمی
اس کو اب بربادی عالم کا کوئی غم نہیں

ہائے کس منکر کی صحبت نے کیا تجھ کو خراب
ہر سوال شوق پہ کہتا ہے تو پیہم نہیں

ایک دنیا ہے غم ایام کی ماری ہوئی
کون سا گھر ہے جہاں افلاس کا ماتم نہیں

میرا ہر اشک وفا ہے جنت حسن نظر
گلستان آرزو ہے دیدہ پرنم نہیں

عزم سے بنتی ہیں قومیں علت غائی ہے عزم
کیوں کہیں قوم اس کو جس میں عزم مستحکم نہیں

لرزہ بر اندام ہے خوشتر اخوت کا نشان
وائے ندبختی کہ ہم میں الفت باہم نہیں

۳۰-۶-۱۹۵۲ء

نگاہ لطف میں کچھ برہمی معلوم ہوتی ہے
مجھے تو انجمن بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے

روش انسان کی بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے
جہاں میں آدمیت کی کمی معلوم ہوتی ہے

خدا معلوم کیا شے ہے خلش درد محبت کی
کبھی محسوس ہوتی ہے کبھی معلوم ہوتی ہے

یہ پیہم چٹکیاں لینا دل مضطر میں رہ رہ کر
شرارت درد کی کیا آپ کی معلوم ہوتی ہے

تیرے فیض تصور سے یہ عالم ہے نگاہوں کا
کہ ہر شے کیف میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی ہے

حقیقت کیا بتاؤں زیست کی بس یوں سمجھ لیجئے
صدا اک ہے جو ٹکراتی ہوئی معلوم ہوتی ہے

ہر اک ہاں پر بانداز تغافل مسکرا دینا
مجھے اثبات میں ان کے نفی معلوم ہوتی ہے

جو حد سے اپنی بڑھ جائے تو شادی مرگ بن جائے
خوشی اپنی حدوں ہی تک خوشی معلوم ہوتی ہے

یہ کون آیا سر بالیں ضیائے آرزو بن کر
کی ہر سو روشنی ہی روشنی معلوم ہوتی ہے

یہ جوش مستقل یہ جزبہ احساس خود داری
محبت میں کوئی شے دوسری معلوم ہوتی ہے

قرین منزل کے ہوں خوشتر کہ میں گم کردہ منزل ہوں
مذاق جستجو میں کیوں کمی معلوم ہوتی ہے[1]

آرہی ہے پھر مجھے ماضی کی یاد
حال ہے بدحال مستقبل خراب
ایسے میں امروزو فردا کچھ نہیں
بندگی بے بندگی دن رات خواب

---

[1] ۲-۵-۱۹۷۵ء

ہالینڈ سے چلا ہوں سرینام کی طرف
صبح وطن سے دور حسیں شام کی طرف

کچھ خاص کی طرف ہیں تو کچھ عام کی طرف
لوگوں کا رخ ہے گردش ایام کی طرف

رحمت خدا کی دوڑے گی ہر گام کی طرف
کوئی قدم بڑھائے تو اسلام کی طرف

افریقہ کے جنوب سے امریکہ کا جنوب
آغاز سے چلا ہوں میں انجام کی طرف

سر اس نے دفعتا سر امکان کر لیا
جس کا قدم بڑھا ترے انعام کی طرف

لاریب اس کو مل گیا عرفان ذات کا
جس نے بھی رخ کیا ہے ترے نام کی طرف

میں دیکھتا ہی کیا کہ گرا اور جل گیا
اٹھی تھی اک نگاہ درو بام کی طرف

آخر کبھی تو ہوگی ملاقات آپ سے
میں صبح سے چلا ہوں تری شام کی طرف

منزل کا تو نے راستہ آخر بتا دیا
لوگ آرہے ہیں عاشق بد نام کی طرف

سورج نظر نہ آئے گا پھر صبح و شام کو
دیکھے نہ کوئی زلف سیہ فام کی طرف

میکش ہوں اعتبار یہ ساقی نے کر لیا
ڈالی جو میں نے ایک نظر جام کی طرف

یہ دور آگہی ہے کرو کچھ یقیں کی بات
کب تک چلو گے منزل اوہام کی طرف

ساقی ہو تیری خیر ترے میکدے کی خیر
میں خود ہی آگیا ہوں ترے جام کی طرف

روشن ہیں صبح و شام شب و روز شاد کام
دیکھو ذرا پلٹ کے تم ایام کی طرف

خوشتر ہوا ظفر کا وسیلہ ہر اک سفر
اٹھو چلو وہ دیکھو سرینام کی طرف[1]

میں جادہ ہوں سوئے منزل چلا ہوں
مسافر ہوں مگر خود راستہ ہوں

زمانہ ہوگیا دیکھا تھا تجھ کو
مگر اب بھی تجھی کو ڈھونڈتا ہوں

کوئی کہہ دے یہ میر کارواں سے
میری آواز سن بانگ درا ہوں

میں صدقے جستجوئے یار تیرے
میں اپنی آپ منزل بن گیا ہوں

تو میرا راز ہے میں راز تیرا
تجھے دیکھا نہیں ہے جانتا ہوں

اٹھائی تھی نظر دیکھوں گا تجھ کو
تجلی میں الجھ کر رہ گیا ہوں

خدا حافظ جمال یار تیرا
ہو دریا گھر تجھی کو دیکھتا ہوں

---

[1] ہالینڈ اور سرینام کے درمیان دوران پرواز یہ غزل کہی گئی ۔ ۲-۷-۱۹۹۱ء

مری خلوت کو تو آزاد کردے
تری جلوت سے میں اکتا گیا ہوں

اودھ کی شام میں صبح بنارس
یہ خال و خد میں کیا کیا دیکھتا ہوں

چھپالے تو مجھے یا فاش کردے
نہیں غیروں کا تیرا ماجرا ہوں

جو پنہاں تھا الست کی صدا میں
تری تخلیق کا وہ مدعا ہوں

زمانہ کب کسی کو مانتا ہے
بطور خاص منوایا گیا ہوں

مری تصدیق صد رشک تصور
شریک زمرہ قالوا بلیٰ ہوں

تصور کی سہانی رات خوشتر[1]
حریم یار تک آگیا ہوں

ہے مجھے تسلیم عصیاں کا نہیں میرے شمار
یہ بھی ہے اقرار ہے تیرا کرم بھی بے حساب
تو جزا دے یا سزا لاریب تیرا عدل ہے
فضل فرمادے گناہوں کے عوض مجھ کو ثواب

زندگی کے بام و در پر مسکراتی ہے اجل
یہ خیال خام انسان کا کہ ہوگا آج کل
ہر نفس ہے حال کا جب عہد ماضی کا شکار
ہو بھلا اندیشہ مستقبل کا کیونکر بر محل[2]

---

[1] جوہانسبرگ-ماریشس کے دوران پرواز کی گئی (۲-۹-۱۹۹۱ء)
[2] میول میڈ میڈیکل سینٹر جوہانسبرگ (۷-۱۰-۱۹۹۱ء)

صلائے عام ہوں دیکھو تو مجھ کو
خیال خام ہوں دیکھو تو مجھ کو

ترا کوچہ ہے گھر در آستانہ
سگ بے دام ہوں دیکھو تو مجھ کو

ہوا ہے دور سورج کا اجالا
قریب شام ہوں دیکھو تو مجھ کو

ابھی تک میں مسلسل چل رہا ہوں
فریب گام ہوں دیکھو تو مجھ کو

در و دیوار اٹھ کر دیکھتے ہیں
عروج بام ہوں دیکھو تو مجھ کو

تمہیں اے زاہدو توبہ مبارک
سبو ہوں جام ہوں دیکھو تو مجھ کو

زمانہ مطمئن صیاد بھی ہے
میں زیر دام ہوں دیکھو تو مجھ کو

تری محفل میں آخر آگیا ہوں
پس ایام ہوں دیکھو تو مجھ کو

مجھے پڑھ لو تقاضا وقت کا ہے
کھلا پیغام ہوں دیکھو تو مجھ کو

وہی کرتا ہے سب کچھ اور میں کیا
برائے نام ہوں دیکھو تو مجھ کو

میں پی لیتا ہوں جو ساقی پلادے
وہ تشنہ کام ہوں دیکھو تو مجھ کو

مری منزل ہے تو ہے میں نہیں ہوں
کہاں گمنام ہوں دیکھو تو مجھ کو

مجھے خلق خدا کہتی ہے خوشترؔ
وہ نیکو نام ہوں دیکھو تو مجھ کو

کچھ غم دوراں کچھ غم جاناں
فصل خزاں اور فصل بہاراں
روتی آنکھیں آگ کا دریا
دھوپ کی شدت موسم باراں

یہی دورخ تو حیات بشر کے ہیں نامعلوم
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

مرے سفر کا ہو انجام کیا خدا معلوم
نشان راہ نہ منزل کا کچھ پتہ معلوم

قفس میں نالہ و فریاد عین فطرت ہے
دم سحر اثر آہ نارسا معلوم

بس ایک آن میں خواب عدم سے اٹھ بیٹھے
سروش غیب نے چپکے سے کیا کہا خدا معلوم

حیات وزیست کے عقدے کو کون سلجھائے
ہے ساز کون یہ تار نفس کو کیا معلوم

مراد کیسے برآئے گی نامرادی میں
دعا کو ہاتھ اٹھائے ہیں کیوں خدا معلوم

وفور شوق میں رہرو کے ساتھ ہوں خوشتر
وہ رہنما ہے کہ ہے راہ زن خدا معلوم

رہ سفر میں کوئی دے گا آسرا نہیں معلوم
ملے گا مجھکو کوئی درد آشنا نہیں معلوم

رہ طلب میں مسلسل سفر مقدر تھا
کہاں سے اور کہاں تک چلا نہیں معلوم

ہے آرزو کہ در یار تک پہنچ جاؤں
کہ یہ ہے راہ کہاں رہنما نہیں معلوم

گلا کٹا کہ کٹا سر کہ دل ہوا ٹکڑے
کہاں کہاں ترا خنجر چلا نہیں معلوم

کہاں سے آئے کہاں ہو ہے کس طرف جانا
مال راہ طلب کیا ہے کچھ پتہ نہیں معلوم

مشام جان کہ معطر ابھی سے ہے خوشتر
یہ آرہی ہے کہاں سے صبا نہیں معلوم

مسلم خفتہ سے خطاب

اے مسلماں اٹھ کہ تازہ انقلاب آنے کو ہے
تیری افسردہ جوانی میں شباب آنے کو ہے
زندگی کا پھر وہ دور کامیاب آنے کو ہے

ہاں بدل دے اٹھ کے یہ بودا نظام کائنات
زندگانی کو بنادے حاصل فخر کائنات
اے رہیں خواب دور انقلاب آنے کو ہے

اٹھ من الجوع و نقص کی نمایاں شان کر
خدمت اسلام میں ہر چیز کو قربان کر
انتم الاعلون میں تعبیر خواب آنے کو ہے

ساتھ کوئی رہنما ہے اور نہ ہے بانگ درا
دور منزل ہے خطر کا ہر قدم ہے سامنا
ہوش کر وقت غروب آفتاب آنے کو ہے

شکر ہے سیماب کے دل میں تڑپ پیدا ہوئے
وہ جمود و بے حسی وہ پستی و ذلت گئی
پھر دل مسلم میں جوش اضطراب آنے کو ہے

میں نے یہ مانا کہ تو نادان ہے انجان ہے
پر تجھے رستہ بتانے کے لئے قرآن ہے
ضوفشاں تیرے لیے وہ آفتاب آنے کو ہے

کفر کا سورج تمازت پر ہے ہندستان میں
راحتوں کی ہے توقع صرف پاکستان میں
لطف ور حمت کا مدینے سے سحاب آنے کو ہے
عزم مستحکم ہے خوشتر گر ترا میدان میں
سر تو کر سکتا ہے دنیا کفر کے طوفان میں
جوش میں خوشتر وہ لطف بے حساب آنے کو ہے[1]

سکوت شب سمندر کا کنارا، افق تک ڈوبا ڈوبا سا نظارا
تجسس غوطہ زن بحر طلب میں، کہاں ڈھونڈے تجھے حیرت کا مارا

[1] ۱۹۴۶ء

شرق سے تا غرب ہے تنویر پاکستان کی
ایسی نورانی کھنچی تصویر پاکستان کی

ہر دل مسلم میں ہے توقیر پاکستان کی
ہو نہیں سکتی کبھی تحقیر پاکستان کی

خطہ کشمیر ہو جاگیر پاکستان کی
اس طرح مسلم ہو اب تفسیر پاکستان کی

قائد اعظم کی کوشش ہند کے مسلم کا خون
خواب یوں ہی بن گیا تعبیر پاکستان کی

ہو نہیں سکتا کبھی مانند آب ارزاں لہو
خون سے لکھیں گے ہم تفسیر پاکستان کی

سبز پرچم کی شعاعیں جب پڑیں گی ہند پر
رنگ لائے گی وہیں شمشیر پاکستان کی

عالم اسلام کی اٹھتی ہیں نظریں بار بار
دلربا ہے کس قدر تصویر پاکستان کی

وہ مٹیں مٹ جائیں لیکن میں تو مٹ سکتا نہیں
خود مری تصور ہے تصویر پاکستان کی

راس آجائے ہمیں یہ زندگی خوشترؔ اگر
ہم یوں ہی کرتے رہیں تفسیر پاکستان کی[1]

---

[1] ۱۲-۸-۱۹۴۹ء

ترانہ عید گاہ

ہم مسلمان ہیں ہم ہیں ریں کے سپاہ
ہر قدم راہبر ہر نظر سربراہ

ہاتھ میں ہم لئے پرچم لا الہ
آگے آگے ہیں ہم ساتھ ہے عز و جاہ

زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ
زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ

مسجد و مدرسہ مکتب و خانقاہ
یہ ہمارا عمل یہ عقیدہ یہ راہ

ہم چلیں تم چلو پڑھتے ان لا الہ
دین نے تم کو بخشا ہے قلب و نگاہ

زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ
زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ

ایک میرا نبی ایک اللہ ہے
ایک کعبہ مرا اک مری راہ ہے

میرا جینا بھی مرنا بھی للہ ہے
دل میں یاد نبی لب پہ نام الہ

زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ
زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ

یہ ہماری حکومت ہمارے عوام
ہر قدم پہ ہو ان کو ہمارا سلام

ہم دعا کرتے ہیں جگ میں ان کا ہو نام
یہ سپاہی کریں سارے کار سپاہ

زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ
زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ

یہ مرا ماریشس جیسے ہیرے کا نگ
حسن پہ جس کے قربان ہے سارا جگ

یہ نہ مجھ سے الگ میں نہ اس سے الگ
چاندنی اس کی میں اور میرا یہ ماہ

زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ
زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ

یہ شجر یہ حجر دامن کو ہسار
ہر طرف آرہا ہے نظر سبزہ زار

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا یہ چمن یہ بہار
اس زمیں میں بناتے ہیں ہم عید گاہ

زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ
زندہ باد عید گاہ زندہ باد عید گاہ

سنی رضوی سوسائٹی انٹر نیشنل پورٹ لوئیس (ماریشس) ۶ شعبان ۱۴۰۵ھ / ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء، بروز اتوار

ماریشس کا ترانہ

یہ ہمارا وطن یہ ہمارا وطن
ہند ساگر میں اک پھول رشکِ چمن

اس کی مٹی میں زر سنگ لعل یمن
اس کا آب رواں جیسے گنگ و جمن

گیت گاتے ہوئے اس کے کوہ و دمن
یہ ہمارا وطن یہ ہمارا وطن

راج اس میں ہے شہری و دہقان کا
سکہ چلتا ہے اس میں ہر انسان کا

جل رہا ہے دیا اس میں ارمان کا
دیش ہے ماریشس اک نئی شان کا

اس کی جنتا میں ہیں سارے بھائی بہن
یہ ہمارا وطن یہ ہمارا وطن

اس کی ہریالی آنگن میں گنے کا رس
اس کی پھلواری میں شاد مور و مگس

روپ اس کا نکھرتا ہے ہر ہر برس
نام سنسار میں اس کا اونچا ہے بس

اس کی تعمیر میں ہم ہیں سارے مگن
یہ ہمارا وطن یہ ہمارا وطن

اس کے جیون کا سورج چمکتا رہے
اس کی دھرتی پہ سونا برستا رہے

قوم ہنستی رہی ملک بستا رہے
پھول اس راج کا جگ میں کھلتا رہے

اس پہ قربان تن میرا اور میرا من
یہ ہمارا وطن یہ ہمارا وطن[1]

واہ کروں تو کھیل تماشا آہ کروں تو ہنگامہ
چپ ہوں تو گونگا کہلاوں بولوں تو دالائی لاما
شہر میں بازار کا دھوکا جنگل میں ہو کا سناٹا
جھوٹ کی یہ نگری ہے خوشتر کام کریگا کب تک خامہ

[1] ۶ر رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ / ۱۲ مارچ ۱۹۹۲ء

حضرت مولٰینا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی جمال پوری کی

رباعیات وقطعات کا شاہکار

تختۂ بہارِ عیش

۹۳ ء ۱۹

یعنی

شرابِ طہور رباعیات وقطعات

۹۳ ء ۱۹

نذرِ خلوص

حضرت حافظ ملت جلالۃ العلم مولانا حافظ عبد العزیز محدث مبارک پوری کی وفات حسرت آیات پر

گر گیا دفعتہً کوہ علم و عمل
ہوش گم کردہ ہیں سارے اہل تمیز!
وجہ تسکین ہے مصرع یہ تاریخ کا
قبلۂ دو جہاں حافظ عبد العزیز
۱۳ ھ ۹۶

رخصت ہوا جہاں سے یہ کون باکمال
بوجھل ہوئی زمین تو فلک غم سے ہے نڈھال
عقبیٰ کی فکر دین کا جسکو رہا خیال
اے عاقبت بخیر ہے اس کا سن وصال[1]

حافظ دین و ملت کو نیند آگئی
قائد اہل سنت کو نیند آگئی
جاں نثار شریعت کو نیند آگئی
راز دار طریقت کو نیند آگئی
مخزن علم و حکمت کو نیند آگئی
معدن خیر و برکت کو نیند آگئی

---

[1] ۱۳۹۶ھ

فضل صدر الافاضل بھی رخصت ہوا
مجد صدر شریعت کو نیند آگئی

سونا سونا سا محراب و منبر ہوا
کس کی شان خطابت کو نیند آگئی

سونے والا کوئی باخبر سو گیا
لوگ کہتے ہیں حضرت کو نیند آگئی

طنطنہ ان کا اللہ اکبر نہ پوچھ
جھک گئے غیر جرات کو نیند آگئی

عبد منان و یحییٰ سے معلوم کر
کسی کی علمی جلالت کو نیند آگئی

فرش مغموم ہے عرش پر دھوم ہے
فیض یاب نبوت کو نیند آگئی

نیچی آنکھوں سے جو محو عقبی رہا
آج اس کوہ رفعت کو نیند آگئی

جامعہ تیرے دیوار و در کی قسم
پیکر استقامت کو نیند آگئی

داعی مسلک اہل سنت چلا
حامی اعلی حضرت کو نیند آگئی

اک مجسم عمل آہ رخصت ہوا
اک سراپا کرامت کو نیند آگئی

مژہ وصل نے مطمئن کردیا
شاد کام زیارت کو نیند آگئی

سال رحلت ملا جنکا 'مغفور سے'
۱۳ھ ۹۶
اے 'سے مغفور' حضرت کو نیند آگئی
۱۳ھ ۹۶

بجھ گیا آہ خوشتر چراغ سحر
میرے آقائے نعمت کو نیند آگئی

حضرت مولانا علام شاہ محمد عارف اللہ قادری کے راولپنڈی میں وصال پر ملال پر تاریخی قطعات
۱۳ ھ ۹۹

ان کی رحلت کو آہ ری کہئے
کہہ رہا ہے سن وصال انکا

ان کی تربت ہری بھری لکھئے
مدفن شیخ قادری لکھئے
۱۳ ھ ۹۹

راہبر کہئے رہنما کہئے
کہہ رہا ہے یہ مصرعہ تاریخی

ذات انکی ورا ہے کیا کہئے
قادری شیخ باصفا کہئے
۱۳ ھ ۹۹

نذرِ محقر موزوں

۱۴ ھ ۰۷

حضرت شیخ المشائخ مولانا علی حسین اشرفی میاں جیلانی کچھوچھوی کی بارگاہ میں

تعالی اللہ مخدوم کچھوچھہ — ہیں جن و انس محکوم کچھوچھہ
غلام اشرف و احمد رضا ہوں — یہ پیشانی ہے مرقوم کچھوچھہ

جمال اشرفی اللہ اکبر — ز سرتا پا قدم خوشتر ہی خوشتر
ہوا پروردۂ سہ ماہ خوباں — وہ تاج چشت کا پاکیزہ گوہر

اللہ رے مقام مقام علی حسین — سدرہ شرف ہے رفعت بام علی حسین
مختار بن کے ماہ تمام علی حسین — آیا ہے پھر کوئی لب بام علی حسین
بس اس کے بعد کیا ہو نکیریں کا جواب — میں نے ابھی لیا تو ہے نام علی حسین
صدقہ علی حسین کا محشر میں ہو عطا — دست علی حسین سے جام علی حسین
مجھ کو ڈرانہ گردش ایام دیکھنا — میری زباں پہ رہتا ہے نام علی حسین
مردہ دلوں کو ہوگی حیات آبد نصیب — جلوہ ذرا دیکھادے خرام علی حسین
ہے وقت اب بھی گوش بر آواز منتظر — سننے کو ایک بار پیام علی حسین
جھلکتا ہے سرزمین کچھوچھہ پہ آفتاب — ہر صبح و شام بہر سلام علی حسین
خوشتؔر رضائے حضرت آل رسول سے — میں بھی ہوں ایک ادنی غلام علی حسین

حضرت مولانا ضیاء الدین قادری مدنی خلیفۂ امام احمد رضا قادری

کی وفات حسرت آیات پر تاریخی قطعات

از حرم تا حل ہے کیسا شور و غل
رحلت شیخ طریقت واصف مولائے کل

مژدہ سال و لادت تھا ضیاء کا یاغفور[1]
۹۷ ھ ۱۲
وصل کی تاریخ لکھ از نائب ختم رسل

جلوہ گاہ قادری رضوی[2] نہ پوچھ
۱۰ ھ ۱۴
جس کے غم میں رو رہے ہیں انس و جن

ہے ملال افزاء بڑی تاریخ آہ
چار تھی ذوالحج کی اور جمعہ کا دن

---

1 سن ولادت

2 سن وصال

شیخ القرآن حضرت علامہ ابوالحقائق الحاج مولانا محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی

کے اچانک وصال پر ملال پر نذرانۂ عقیدت و تعزیت

تیرہ سو نوے تھی ہجری ساتویں شعبان کی
صبح کی پرنور ساعت جمعہ کا روز کمال
جانے والے تجھ پہ ہوں خالق کی سو سو رحمتیں
ہو مبارک تجھ کو تیرا ماہ و تاریخ وصال
۱۳۹۰ ھ

کون رخصت ہوا اس طرح آہ دل ۔۔۔ آنکھ پرنم ہے اور چشم بر راہ دل
فکر تاریخ کو مژدۂ مغفرت ۔۔۔ کہہ رہا ہے سنو یغفر اللہ دل
۱۳۹۰ ھ

محبوبم شیخ القرآن
۱۳۹۰ ھ

اٹھ گیا تلمیذ عالی حجتہ الاسلام کا ۔۔۔ سونی سونی سی نظر آتی ہے بزم علم و فن
فرد تھا ایسا کہ زیب انجمن تھی اسکی ذات ۔۔۔ یوں ہوئی تاریخ خوشتر ہائے زیب انجمن

آہ میرا مجمع البحرین وسیلتی فی الدارین <u>سیدی مفتی اعجاز ولی خاں</u>
۱۳۹۳ھ

<u>کوکب اسلام فقیہہ عصر مفتی اعجاز ولی</u> <u>ہادئ پاکباز رحمتہ اللہ علیہ</u>
۱۳۹۳ھ ۱۳۹۳ھ

<u>بادا بخیر عاقبت</u> اس عالم فانی سے لاہور میں عالم جاودانی کی طرف سدھار گیا جس کی تاریخ <u>مژدۂ وصل</u> مندرجہ ذیل ہے
۱۳۹۳ھ ۱۳۹۳ھ

اٹھ گیا دنیا سے وہ عالی نسب — بر سخن جس کا تھا پیغام طرب
سال رحلت کا ہے <u>تاریخ وقوع</u> — تیئسویں شوال سہ شنبہ کی شب
۱۳۹۳ھ

اک عالم زمن کی اللہ رے یہ رحلت
رضوان پکارتا ہے یہ ہے <u>غریق رحمت</u>
۱۹۷۳ء

رخصت ہوا جہاں سے یہ کون با کمال
بوجھل ہوئی زمین تو فلک غم سے ہے نڈھال
عقبیٰ کی فکر دین کا جس کو رہا خیال
<u>بادا بخیر عاقبت</u> اس کا سن وصال
۱۳۹۳ھ

حضرت سید الطاف حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

کے راولپنڈی میں وصال پر ملال پر جزبات نے مندرجہ ذیل قطعات کی صورت اختیار کی

وقت . دن . تاریخ . ماہ . سال

آٹھویں تاریخ ہجری تیرہ سو اکانوے — روز منگل دوپہر اور ماہ میلاد النبی
لطف رب کہ سید الطاف نے کلمہ پڑھا — شور اٹھا جا رہا ہے ایک مرد ہاشمی

رحلت الطاف ہمدم کچھ نہ پوچھ — جیسے دنیا سے ہوا رخصت سرور
شکر خوشتر کو ملا تاریخ میں — مژدۂ بخشش و باللہ الغفور
۱۳۹۱ھ

آہ زاہد مولانا مفتی محمد عبدالرشید شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ بانی جامعہ اسلامیہ عربیہ ناگپور
۱۳۹۴ھ

عالم با عمل فقیہہ جلیل — شاغل علم و فن صلوٰۃ و صوم
بولتا ہے یہ صفحۂ تاریخ (۱۳۹۴ھ) — مفتی عبد الرشید کعبۂ قوم (۱۳۹۴ھ)

حامئ دیں صاحب فضل و کمال — عالم و فاضل فقیہہ بے مثال
شہر ذیقعدہ نے دی تاریخ سال (۱۳۹۴ھ) — اور ذی الحجہ ہوا ماہ وصال

حضرت مولانا مفتی بحر العلوم عبد المنان صاحب اشرفی

کے دار العلوم اشرفیہ مبارکپور میں منصب شیخ الحدیث پر تقرر سے متعلق دو تاریخی قطعات

رونق بزم عزیز علامۂ بحر العلوم
مفتیٔ اسلام یعنی طالب دیں کے مغیث
یہ دعا بھی مصرع تاریخ خوشتر بن گیا
یاالٰہی ہو مبارک منصب شیخ الحدیث

حافظ ملت کا خوشتر جانشین
منتخب جو بھی ہوا اچھا ہوا
اللہ اللہ خدمت درس حدیث
ہاتھ کیا آیا ہے طیب مشغلہ

اس دور میں ہے کون جو سچ بول رہا ہے
طوفان میں اڑنے کو یہ پر تول رہا ہے
یہ زہر ہے میں شہد اسے کہہ نہیں سکتا
ساقی مئے خالص میں یہ کیا گھول رہا ہے

قلتِ وقت کام کی کثرت
ضعف پیری کی اس پہ پھر علت
دوست نادان بد خو ہما یہ
ایسے میں بس خدا تری رحمت

<u>سنی رضوی منزل کراچی</u>

بحمد اللہ الا کبر | ملا اک گوشہ خوش منظر
بنا یہ مصرع تاریخی | مکان دلکشا خوشتر

۷۲ ء ۱۹

شعر یہ تاریخ کا | بر محل ہے اور صحیح
مل گئی دیوان کو | اک یہ تاریخ فصیح

۱۴ ھ ۱۴

رنگ و بو جسم و جاں کا فتنہ
مال و اولاد و نان کا فتنہ
سارے فتنوں میں ہے بڑا خوشتر
گوش و چشم و زبان کا فتنہ

یہ دنیا دوستوں ہے آنی جانی | مگر تم نے یہاں رہنے کی ٹھانی
صدا دیتا ہے یہ ہر دم تنفس | بس اک اللہ باقی سارا فانی

بلند بام گنبد میں آرام فرما　　　بڑا معرفت آشنا یہ ولی ہے

عمر نام ہے سلسلہ سہروردی　　　لکھا کلکِ حق نے بخط جلی ہے

۲۷ فروری ۱۹۷۴ء بغداد مقدس ۵ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ

خدا کی حمد حضرت کی ثنا کی　　　نماز جمعہ قدموں میں ادا کی

یہ میرے غوث اعظم کا کرم ہے　　　کہ گویا عرش تک پہونچا یہ خاکی

یکم مارچ بروز جمعہ ۱۹۷۴ء بغداد مقدس ۷ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ

نظر آیا آنکھوں کو یہ خلد منظر　　　کہ جالی مبارک کا کھولا گیا در

میں تھا ایستادہ کہ اتنے میں خوشتر　　　یہ آواز آئی کہ آجاو اندر

۲ مارچ ۱۹۷۴ء بغداد مقدس ۸ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ

میں رہ بغداد سے مکہ چلا　　　پھر برائے کعبہ و عمرہ چلا

کام وہ لے جو مرضی ہو تری　　　جو ترا رستہ ہو وہ رستہ چلا

۲ مارچ ۱۹۷۴ء بغداد مقدس ۸ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ

حضرت بحر العلوم الاستاذ المقبول مولانا مفتی سید محمد افضل حسین شیخ الحدیث

۱۴ھ ۰۲

جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کے وصال پر ملال پر تاریخی قطعہ

شمع بزم حیات مدہم ہے
آج ہر گھر میں روشنی کم ہے
مسند علم و فن ہوئی خالی
مفتی افضل حسین کا غم ہے

اٹھ گیا علم معقول و منقول کا
شور عالم میں ہے لوگ کرتے ہیں بین
مصرعہ تاریخ کا خود ہے اس پر گواہ
قبلہ علم و فن مفتی افضل حسین

۱۹ء ۸۲

صحیفہ تاریخی

۱۴ ھ ۱۴

نظر آیا مجھے شمس منور
ہوا اہل نظر میں شور برپا

ہوئی تاریخ یہ برجستہ خوشتر
نظام مصطفیٰ دستور کعبہ

۸۷ ء ۱۹

کتابت اس کی جیسے ہو نگینہ
طباعت اس کی خوشتر باقرینہ

لکھو تاریخ کا یہ مصرعہ خوشتر
جہان شمس تابوت سکینہ

۱۳ ھ ۱۴

چھپ گئی ہے قسیم بخشش بھی
یہ سعی ہے شفیع محمد ﷺ کی

کہہ رہا ہے یہ اس کا ہر مصرعہ
نظم یہ ہے نشاط دل یعنی

۱۴ ھ ۱۴

ایک باپ کی اپنی بیٹی کو وقت وداع دعا اور تسلی

مری بیٹی مسعودہ اللہ رکھے — تجھے تیری اولاد کو آبرو کو
نہ ہو تجھ کو امروز و فردا سے خطرہ — ترے ساتھ ہے دیکھ لاتقنطوا[1] کو[2]

ایک باپ کی جانب سے اپنی بیٹی کو شادی پر تحفہ

میں دین دے رہا ہوں ایمان دے رہا ہوں
دونوں جہاں کا بیٹی سامان دے رہا ہوں
پیش نظر رہے یہ ہر وقت زندگی میں
تم کو جہیز میں میں قرآن دے رہا ہوں[3]

ایک باپ کا اپنی بیٹی اور داماد کو ہدیہ تبریک

ترا یاور شدہ ایزد تعالیٰ — زہے مسعودہ خوشتر را مبارک
چہ خوش بست و نہم شعبان گفتہ — مبارک عقد دختر را مبارک[4]
۱۴۰۵ھ

---

[1] پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے: اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو (پارہ ۲۴، سورہ زمر، آیت ۵۳)
[2] مطابق ۲۱ مئی ۱۹۸۵ء
[3] ۲۹ شعبان ۱۴۰۵ھ / مطابق ۲۱ مئی ۱۹۸۵ء
[4] ۲۹ شعبان ۱۴۰۵ھ / مطابق ۲۱ مئی ۱۹۸۵ء

آل ابطحی کے نام

نئی دولہن ہو مبارک نیا سرور تمہیں
خدائے پاک رکھے چشم بد سے دور تمہیں

نگاہ و دل ہیں فروزاں ہے گھر کا گھر روشن
نبی کے نور کا صدقہ ملا وہ نور تمہیں

اہل خانہ کے نام

مبارک اہل خانہ کو مبارک — حسین تقریب آل ابطحی کی
کہیں آمین خوشتر کی دعا ہے — خدا بر لائے امید دلی بھی

حکیم سید آل احمد والحاج آل عبا کے نام

شور ہے بزم طرب میں کیا مبارک باد کا — جس کو دیکھو کہہ رہا ہے مرحبا صل علی
بن گیا نوشاہ فرزند و برادر خیر سے — ہو مبارک آل احمد مژدہ باد آل عبا

---

۱۷ دسمبر ۱۹۶۵ء، ماریشس

جامع مسجد چیتھم ہل شمالی مانچسٹر کے جشن افتتاح

منعقدہ یکم جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۸۴ء بروز یکشنبہ
کے موقعہ پر مندرجہ ذیل تاریخی قطعات اور غزل کہی گئی

حسیں ہیں عزائم حسیں ہیں مقاصد
کہ کرتی ہے قوم افتتاح معابد
یہ مصرعہ مسمی ہے تاریخ کا
مقدس معلی ریاض المساجد

کھلا آج چیتھم میں باب نجات
ملی قوم کو مسجد الجامعات
مسلمان کو 'فاسعوا' کی توفیق دے
الٰہی اذا نودی للصلواۃ

مبارک ہو مسلمانان چیتھم

یہ گنبد یہ در و دیوار مسجد
تعالیٰ اللہ یہ آثار مسجد

مبارک ہو مسلمانان چیتھم
تمہیں رب نے کیا معمار مسجد

بڑی عظمت ملی یہ اعظمی[1] کو
کیا حق نے اسے حقدار مسجد

تیری آواز مکے اور مدینے
موذن اے صدا بردار مسجد

اسے دیدار حق ہوگا یہ حق ہے
کرے جو روز و شب دیدار مسجد

اسے سب اچھوں میں اچھا سمجھئے
جسے کہتے ہیں سب بیمار مسجد

ملائک صف بصف ہیں ایستادہ
ہیں تا حد نظر انوار مسجد

یہ فردوس بریں کا سلسلہ ہے
یہ محراب و در و دیوار مسجد

نبی اللہ لہ بیتا ہے شاہد
ہے جنت گھر پئے معمار مسجد

کہاں پہنچا نمازی کا مقدر
ہے دربار خدا دربار مسجد

زیارت گاہ خاصان خدا ہوں
کہ ہوں منجملہ زوار مسجد

قیامت تک مزے کی نیند سولوں
ملے جو سایہ دیوار مسجد

ملی مسجد کو تاریخ یگانہ
شرافت باغ ہے گالزار مسجد

۱۴۰۴ھ — ۱۹۸۴ء

قیام الیل کی توفیق دے دے
خدا خوشتر ہو شب بیدار مسجد

1 خطیب اعظم حضرت مولانا قمر الزمان اعظمی

کسی کا نہیں ہے ہدایت پہ بس
جسے دے خدا وہ ہدایت ہے بس
وہ رب السمٰوٰت والارض ہے
اسی کا ہے محتاج ہر ہر نفس

میں نے جو کام کئے تھے تری مرضی کے خلاف
میں نے جو بات کہی تھی وہ یہی لاف و گزاف
لیکن اس پر بھی عقیدہ یہ مرا ہے خوشتر
میں گنہگار وہ غفار خطا ہوگی معاف

تو ہے معبود میں بندہ کمتریں
فضل کر لائق عدل خوشتر نہیں
دیدے صدقہ رخ مصطفےٰ ﷺ کا مجھے
ذکر تیرا ہو جس میں اک ایسی زمیں

مجھ کو تسلیم گناہوں کی نہیں حد آقا
تیرے بندوں میں نہیں مجھ سا کوئی بد آقا
لیکن اے رحمت عالم تری رحمت کے نثار
مغفرت ہے تری امت کی موکد آقا

اے مرے رب خالق نزدیک ودور　　　ذات تیری لم یلد تو عین نور
دیکھ کر ہر جا تری آیات کو　　　جارہا ہوں اب کوالا لامپور

تو غنی میں تیرا اک بندہ غریب　　　دور میں ہوں اور تو مجھ سے قریب
ہے مجھے بے مانگی پانے کا یقیں　　　دعوۃ الداع کا راز انی اجیب

اس جہان روزوشب کی الامان جادو گری
مشغلہ حیوان کا اور عقل کی بے رہروی
یہ اگر دنیا ہے اس دنیا کو میرے سو سلام
مجھ کو بس کافی ہے اک نان شعیر بوذری

میں رضا کار رضا ہوں شاد کام　　　سنی رضوی ہے مرا خوشتر پیام
میرا خطہ خطہ لایحزنون　　　میری منزل لاتخف بطحا مقام

شرح عند ظن عبدی بی نہ پوچھ
میں نے ہر عالم میں پایا ہے اسے اپنا علیم
میں نے جب ڈھونڈا اسے پایا رگ جاں سے قریب
میں نے جو مانگا دیا اس نے وہ ہے ایسا کریم

ذات تیری فقط حی قیوم ہے　　　باقی جو ہے وہ نظارہ کن فکاں
زیست کیا جستجو کا تری مرحلہ　　　موت کیا تیرے ملنے کی راہ نہاں

مکہ دیکھا ہے بحمد اللہ مدینہ دیکھا
تجھ سے ملنے کا جو زینہ ہے وہ زینہ دیکھا
لن ترانی سے ہوا فاش یہ راز
جس نے دیکھا پس پسِ پردہ دیکھا

ان النفس لامارة بالسوء　　　نیکی کرتا ہے پھر بھی نیکو کار

حیلہ جو پر یہ نفس سرکش ہے　　　خوئے بدرا بہانہ بسیار

جارہا ہوں دوستو سوئے نجف　　　غم نہیں گرہو زمانہ اک طرف

میری ہر امید ممنون کرم　　　میری ہر منزل مقام لاتخف

۲۲فروری ۱۹۷۴ء نجف اشرف، ۳۰محرم الحرام ۱۳۹۴ھ

علی کا آستاں اللہ اکبر　　　زمین پہ سایہ عرش منور

خدا کا شکر ان آنکھوں نے دیکھا　　　مزار والد شبیر و شبر

۲۳فروری ۱۹۷۴ء نجف اشرف، یکم صفر المظفر ۱۳۹۴ھ

دھڑک رہا ہے دل کہ کربلا کی سرزمین ہے

مکان فاطمہ کا سرخرو یہاں مکین ہے

یہاں کا نقش نقش داستان صبر و ضبط ہے

یہاں وہ روح ہے رواں کہ زندہ جس سے دین ہے

صبح تغیر شام تغیر　　　دنیا کا ہے نام تغیر

کون کرے اور کس پہ بھروسہ　　　رہزن ہر سو عام تغیر

انسان کے کمال فہم کا طغرا
ظالم جاہل اور لاپروا
لب پہ آج انا کا نغمہ
بھول گیا یہ کل کیا ہوگا

بد اچھا بدنام برا ہے
ایسے کا ہر کام برا ہے
کہنے والے یوں کہتے ہیں
مے اچھی اور جام برا ہے

صحبت بد کا ہے یہ انجام بد
راہ بد رہبر ہے بد ہر کام بد
فطرۃً بد ہو کسی کا گر ضمیر
خیر ہو شر نیک ہو ہر کام بد

چکھ چکا ہوں گناہ بے لذت
کچھ نہ حاصل ہوا بجز حسرت
نفس سرکش کو زیر گر کرلو
موت راحت حیات بھی راحت

جذبہ انتقام اے توبہ
بد نظر بد کلام اے توبہ
بغض کینہ حسد جفا پیشہ
آدمی اور ایسے کام اے توبہ

بد سخن بد زمان اے توبہ
دشمن مال و جان اے توبہ
کام شیطان کا نام انسان کا
الحذر الامان اے توبہ

گناہوں کا انبار اللہ توبہ — خطا اور لگاتار اللہ توبہ

میں گو کشتۂ نفس توبہ شکن ہوں — کروں گا میں ہر بار اللہ توبہ

روح زندہ ہے بدن فانی ہے دوست

گوشت ہو یا پوست تن فانی ہے دوست

اک خدا کی ذات ہے ہر آن حی لایموت

باقی ہے جو ہے کل من فانی ہے دوست

مجھے بخشدے اے مرے ذوالجلال — بحق محمد ﷺ واصحاب وآل

مرے نام میں ہے ولادت کا سال — محمد براہیم خوشتر جمال

۳۰ ء ۱۹

ہیں حواس خمسہ میں رب کی نرالی نعمتیں

بخشے ہیں حس بصر کے واسطے بے مثل نین

ہاتھ میں ہے دست مرشد اور زبان پہ ذوق نعت

کان میں صوت اذاں اور ناک میں خوشبوئے عین

ہر صبح گزرتی ہے ہر شام گزرتی ہے
افسوس تو یہ ہے ناکام گزرتی ہے
ہر لمحہ چلا جاتا ہے موت کی وادی میں
پھر آتی نہیں واپس جو شام گزرتی ہے

صبح ہوتی رہی شام ہوتی رہی
زندگی نذر ایام ہوتی رہی
میں نے امید فردا پہ تکیہ کیا
سعی امروز ناکام ہوتی رہی

عمر گھٹتی ہے کبھی بڑھتی نہیں
یہ حقیقت ہے ذرا سوچیں تو ہم
دن ولادت کا یہ دیتا ہے پیام
زندگی خوشتر ہوئی اک سال کم

میں غلام قادری ہوں بے نیاز نوش و نیش
اتباع مسلک احمد رضا ہے میرا کیش
ساٹھ کا سن اور خوشتر نیکیاں اس سے بھی کم
ہاں مگر اللہ کی رحمت گناہوں سے ہے بیش

تریسٹھ سے سفر کا یہ تسلسل
شہ کونین کا ہے یہ توسل
شرف اپنی حضوری کا عطا ہو
اسی پہ خاتمہ ہو اے شہ کل

تریسٹھ کی تکمیل ہونے لگی ہے
مقاصد کی تعمیل ہونے لگی ہے
یہ آثار ہیں کس کے غماز خوشتر
ہراک شے میں تعجیل ہونے لگی ہے

بحمد اللہ تریسٹھ تک میں پہونچا
حیات ظاہری کا یہ کرم ہے
حیات باطنی میرے نبی کی
ازل کی ابتدا سے تا عدم ہے

اس سرائے چند روزہ میں ملا چونسٹھ کا سن
گذرے لیکن معصیت میں آہ سارے رات دن
مغفرت فرما کہ تو ہی ہے عفو اور غفور
تیرا ہی ارشاد ہے لاتقنطوا من رحمتہ

مجھے تو نے بخشا ہے چونسٹھ کا سن
میری رات کیا اور کیا میرے دن
تیرا فضل ذوالفضل ہے بے شمار
مجھے بخش دے میرے عصیاں نہ گن

آہ میں صرف واہ میں گزرا سال حال تباہ میں گزرا
حق تو یہ ہے کہ حق کا حق خوشتر رہ گیا دن گناہ میں گزرا

تم نے بھیجی تھی بصد ناز جو پیاری تصویر
ہم نے دیکھی تھی کئی بار تمہاری تصویر
لب پہ ہلکی سی ہنسی آنکھ سے گرتے آنسو
آج دیکھی ہے ترے عہد و وفا کی تصویر

مختصر سی زندگی اور اس قدر طول امل
نطق ہائے بن گیا زندانئ قال اقول
میں اسیر نفس امارہ تغافل کا شکار
پھر ہو نفس مطمئنہ کا بھلا کیوں کر حصول

زمانے کی روش بدلے نہ بدلے مگر تجھ کو بدلنا ہی پڑے گا
حواس و ہوش کے رنگین پیکر فنا کا جام پینا ہی پڑے گا

آکاش کے او سندر تاروں تم کتنے بھولے بھالے ہو
معصوم نظر کی جنبش سے تم جھل مل کر چھپ جاتے ہو
میں جور و جفا سے گھبرا کر جب چاند سے باتیں کرتا ہوں
اس عالم خلوت میں دامن انوار سے تم بھر جاتے ہو

درد سے آہ آہ کرتا ہوں　　اپنے غم سے نباہ کرتا ہوں
روٹھ جاتے ہیں جب زمین والے　　آسمان پہ نگاہ کرتا ہوں

ہر گھڑی انتقام کی باتیں　　ہیں یہ سب فکر خام کی باتیں
صلح و نرمی میں سربلندی ہے　　کچھ نہیں اور کام کی باتیں

ان کی نگاہ ناز سے رہتا ہوں دور دور　　یعنی رہ مجاز سے رہتا ہوں دور دور
خو بن گئی ہے میری مشائخ کا اتباع　　رسم و رہ نیاز سے رہتا ہوں دور دور

محبت میں ناکامیاں توبہ توبہ　　زمانے میں بدنامیاں توبہ توبہ
خلش درد پیہم مجسم اذیت　　یہ دانستہ نادانیاں توبہ توبہ

ہے سر پر گرا انبار عصیاں کی سل بدن لاش کی طرح، مجروح دل
تغافل سے بولا میں لا تقنطوا تو نور السمٰوٰت میں انبار گل

شہ بغداد کا میں ہوں بھکاری ہے لب پر نعرہ یا غوث جاری
وظیفہ ہے مرا للہ شیا ابھی خوشتر ہوئی حاجت برآری

آستان پاک کی دوری غمگیں و ملول
ہر نفس ہے یاس و حرماں کا مرے دل پر نزول
ساحل امید پر لگ جائے کشتی عمر کی
واسطہ احمد رضا کا، صدقہ آل رسول

شہ بغداد کا ہوں نام لیوا انہیں کے ہاتھ ہے سب کام میرا
ملی ان کی غلامی ہے وسیلہ شہ مارہرہ کا احمد رضا کا

میری منزل قادری منزل نہ پوچھ زندگی کا میری یہ حاصل نہ پوچھ
مجھ کو پہنچایا یہاں تک غوث نے اب میں خوشتر ہوں بہر منزل نہ پوچھ

صبح کا سلسلہ، شام کا سلسلہ　　لب پر ذکر خدا، دل میں صلے علےٰ
ہوگا آسان ہو جو کرم غوث کا　　نزع کا، قبر کا حشر کا مرحلہ

پشت پر بار گنہ میں سوئے بغداد چلا
غوث اعظم سے یہ کرتا ہوا فریاد چلا
تو نے جس راہ پہ چوروں کو ہدایت بخشی
مجھ کو بھی راہ وہی اے شہ بغداد چلا

۱۸-۲-۱۹۷۴ء بغداد شریف ۲۵ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ

نزع میں وہ آگئے اب کچھ نہ پوچھ
موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں
ان کے قدموں پر جو ہم نے جان دی
روح نے باھوں میں باھیں ڈالدیں

بد دعائیں ہیں بد زبانی ہے　　باتوں باتوں میں لن ترانی ہے
ایسے انسان کو اور کیا کہئے　　گویا ابلیس کا وہ ثانی ہے

سچ کہا ہے کسی نے تو بھی سن — سب کو ہوتی ہے اپنی اپنی دھن

جھوٹ، فتنہ، فساد، بے شرمی — بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

ہر قدم پر فساد ہے دنیا — کس قدر بد نہاد ہے دنیا

صرف فکر معاش کرتی ہے — بے نیاز معاد ہے دنیا

چاہے کتنی عزیز دنیا ہے — چھوڑنے ہی کی چیز دنیا ہے

مارتی ہے اسے جو اپنا ہے — بے وفا بد تمیز دنیا ہے

کہہ دو میرے طبیب سے خوشتر — کب ہوں تیر و سنان کا زخمی

تم سے اس کا علاج کیا ہوگا — میں ہوں تیغ زباں کا زخمی

زہر ہر اک بات میں ہر ہر عمل محروم آس

آپ کے یہ روز و شب ماحول کا کچھ بھی نہ پاس

اس پہ یہ جرات کہ دعوی احسن تقویم کا

آپ نے کیسے پہن رکھا ہے انسان کا لباس

دل کی دنیا کو سجایا ہے ذرا دیکھو تو
خود کو مر مر کے جلایا ہے ذرا دیکھو تو
چشم گریاں دل پر خون یہ جگر کے ٹکڑے
میں نے اک باغ لگایا ہے ذرا دیکھو تو

لیس للانسان الا ما سعی زندگی کی راہ یوں چلتے رہو
ان بعض الظن اثم شک نہیں تم گمان بد سے بس بچتے رہو

سہما سا ماحول ہر جانب ہراس دور جنگل میں نہ کوئی آس پاس
پتہ پتہ خشک سبزہ زرد سا یاس کی وادی میں کوئی ہے اداس

ہر نظر خاموش ہر دل ہے اداس آدمی کوئی نہیں ہے آس پاس
گوشہ شہر خموشاں کچھ نہ پوچھ میری یہ خلوت مری تصویر یاس

ایسی تعلیم تجہیل دولت عذاب جس میں نظم معاش اور نہ فکر معاد
کوئی پھر ایسے ماحول میں کیا کرے راہ میں راہزن گھر میں فتنہ فساد

جو ہے شیریں زبان دنیا میں — مر بھی جائے تو مر نہیں سکتا
بدزبانی وہ زخم ہے خوشتر — مرتے دم تک بھی بھر نہیں سکتا

ذہن انسان کیا کچھ نہ کرتا رہا
اس کی تدبیر جو بھی تھی فرضی رہی
عزم و امید خوشتر ہوئے فسخ سب
بس اٹل میرے رب کی ہی مرضی رہی

کہہ رہی ہے جہاں کی نیرنگی — یہ تماشا نہیں حقیقت ہے
اس کو ہی انقلاب کہتے ہیں — کل نہ ہوگی جو آج صورت ہے

آج روز سعید ہے ساقی — کچھ پلادے کہ عید ہے ساقی
میکشوں کا ہجوم در پر ہے — شور ہل من مزید ہے ساقی

ہے عروسی سنت خیر البشر — بھولنا اسکو نہ ہرگز دیدہ ور
حق مرادوں سے تری جھولی بھرے — اتقو اللہ! رہے پیش نظر

اس طرح بے قرار ہوں لوگو! جیسے مشت غبار ہوں لوگو!
اپنے لوگوں نے ہی نہ پہچانا وہ غریب الدیار ہوں لوگو!

ہر طرف ہے غضب کا سناٹا آدمی آدمی سے ہے بیزار
بن ہے آباد شہر گورستاں فاعتبروا یا اولی الابصار

چلا ہوں پھر میں خوشتر بو تسوانہ جہاں فکر و نظر ہے تاجرانہ
یہاں قیمت نہیں کچھ آدمی کی مگر پتھر ہے انمول زمانہ

پچھلے سالوں کی طرح یہ سال رخصت ہو گیا
ہو گیا ماضی میں گم اور حال رخصت ہو گیا
اس جہاں چند روزہ میں رہا کس کا قیام
جو کوئی آیا بہر احوال رخصت ہو گیا

وقار الملتہ والدین رخصت ہوئے مفتی وقار الدین رخصت
ہوا ہے خاتمہ بالخیر ان کا ہوئے وہ سوئے علیین رخصت

بارگاہ حضرت صدر الشریعہ حبذا

تھا ہر ایک منزل سے اونچا آستانہ آپ کا

خلد منظر بن گیا تھا آپ کا درس حدیث

آپ کے خوشتر نے دیکھا ہے زمانہ آپ کا

تذکرہ شعرائے روہیلکھنڈ کا　　چار جلدوں میں مکمل ہو گیا

حضرت شایان کو خوشتر آفرین　　کام مجمل تھا مفصل ہو گیا

جوانی کے ایام پھر یاد آئے　　ڈھلے دن سر شام پھر یاد آئے

نگاہیں جھکیں ڈگمگائے قدم　　کسی کے در و بام پھر یاد آئے

قول کسی کا سچ ہے یکسر　　لعل بدخشاں میں ہے پتھر

اپنوں سے پھر کیسا شکوہ　　گھر کی مرغی دال برابر

اے خدا مالک آسمان و زمیں　　ہر اک ذرہ ہے تیرے زیر نگیں

پہلے دے دین کی توفیق پھر کر عطا　　مسجد و مدرسہ خانقاہ حسیں

غزالی ہوں نہ فخر الدین رازی　　مصنف ہوں مفسر ہوں نہ غازی
مگر رحمت پہ تیری ہے بھروسہ　　کہ میں تو ہار کر بیٹھا ہوں بازی

مجھ کو دعویٰ ہے نہ علم و مال کا　　کچھ بھروسہ بھی نہیں اعمال کا
ہاں تری رحمت پہ تکیہ ہے ضرور　　بندہ رسوا ہوں پینسٹھ سال کا

میں کہوں اچھا ہوں کچھ اچھا نہیں
پارسائی کا مجھے دعویٰ نہیں
ہاں میں تیرا ہوں یہ نسبت ہے ضرور
یہ اگر ہے تو میں کچھ کیا نہیں

کس قدر پاکیزہ، دلکش اور لطیف　　مسلک راہ حنیف
رضویت کی نشر نگاہ　　خانقاہ نو شریف
۰۳ ھ ۱۴

میری یہی کائنات　　میرا قلم اور دوات
میرا مصلی مقام　　میری براہیم ذات

حضرت مولٰنا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی جمال پوری کا

ایک اور رنگ تغزل

یعنی

فرخندہ بہار سہرا

---

۱۳ ھ ۱۴

اپنی شادی کی یاد میں خوشتر سہرا

اللہ اللہ رخ خوشتر پہ یہ خوشتر سہرا
اور کیا ہوگا اس عنوان سے بڑھ کر سہرا

میں کروں ناز بجا جتنا یہ کہہ کر سہرا
دست سردار نے باندھا مرے سر پر سہرا

پرتو مہر علی سے ہوا اتنا روشن
چودہویں رات میں ہے ماہ منور سہرا

شاہ بغداد کا صدقہ ہے کرم خواجہ کا
لوگ کہتے ہیں یہ سہرا ہے عجب تر سہرا

گلشن حامد منی سے گل تر لے کر
لا رہا ہوں میں بریلی سے سجا کر سہرا

مرا ایوب مرا قوت بازو یعنی
اسکے سر پر بھی میں باندھوں گا بنا کر سہرا

وہ چلی باد مدینہ وہ اٹھی گرد حرم
لاؤ ان جھونکوں سے کرلوں میں معطر سہرا

میرے اوصاف کو اللہ سلامت رکھے
اس کی شادی میں کہوں اس سے بھی بڑھ کر سہرا

نسبت آل رسولی بھی عجب نسبت ہے
کتنا چمکا ہے ترا دیکھ مقدر سہرا

ناز پرویں سے کہو میری مسرت سے کہو
باندھئے اپنے ہی ہاتھوں سے بنا کر سہرا

گلشن چشت سے اک غنچہ نورس لے کر
میں نے سہرے کو بنا ڈالا ہے خوشتر سہرا

بات غالب کی نہیں ذوق کا دعویٰ بھی نہیں
لیکن اتنا میں کہوں گا کہ ہے خوشترؔ سہرا

---

۳ شعبان المعظم ۱۳۷۷/۲۳ فروری ۱۹۵۸ء، شادی دیدار مصطفٰے کا طالب خوشتر صدیقی القادری فاضل مشرقیات متہم دارالعلوم رحمانیہ گوجر خان

قند پارس

از نتیجہ فکر بلبل گلستان حامدی حضرت مولانا سید محمد ریاض الحسن شاہ صاحب
نیر جیلانی رضوی خطیب اعظم جامع مسجد مارٹن کوارٹرز حیدرآباد

شادی نمود خوشتر از رشک مہہ جبیناں
رفتہ باوج نیر نجم کمال خوشتر

خوشتر برفت خوش خوش از بھر خوشخصالے
آمد برائے خوشتر آں خوشخصال خوشتر

آں حجلہ عروسی خوشتر ز صد گلستاں
دروے جمال خوشتر ہم مہہ جمال خوشتر

با خرمی دل از من پرسید سال و صلش
گفتم مقال خوشتر جام وصال خوشتر

نیر مقال خوشتر از خوش دلی بگفتا
خوشتر ترا مبارک جام وصال خوشتر

۳شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۳ فروری بروز پیر ۱۹۵۸ء

قندِ اردو

از نتیجہ فکر بلبل گلستان حامدی حضرت مولانا سید محمد ریاض الحسن شاہ صاحب
نیر جیلانی رضوی خطیب اعظم جامع مسجد مارٹن کوارٹرز حیدر آباد

مبارک مبارک یہ ساعت مبارک
یہ شادی یہ جلسہ یہ عشرت مبارک

مجسم عروس محبت مبارک
یہ تم کو نگاہوں کی جنت مبارک

معنبر معنبر معطر معطر
یہ گلدستہ عیش و عشرت مبارک

محبت کی جھڑیاں یہ سہرے کی لڑیاں
یہ گھڑیاں سلامت یہ ساعت مبارک

سلامت یہ تصویر شہکار ہستی
یہ آئینہ حسن فطرت مبارک

بنا خوشتر حامدی آج دولہا
تمہیں یہ خوشی اہلسنت مبارک

ہو تاریخ عقد مسرت یہ نیر
مبارک نشاں محبت مبارک

۱۳ ھ ۷۷

شادی خانہ آبادی الحاج مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب خوشتر صدیقی القادری

خلف جناب محمد صدیقی صاحب جمال پوری فاضل جامعہ رضویہ لائل پور و متہم دار العلوم رحمانیہ رضویہ

وخطیب جامع مسجد گوجر خان ضلع راولپنڈی

ٹپک رہا ہے غضب کا جلال سہرے سے
ملائے آنکھ ہے کس کی مجال سہرے سے

کسی کے حسن کا ہے یہ سوال سہرے سے
ہیں میری دید سے یا اس نہال سہرے سے

بڑے شعور سے گوندھا ہے تو نے اسے گلچیں
عیاں ہے تیرے ہنر کا کمال سہرے سے

ہے کوئی خندہ زناں کوئی مسکراتا ہے
عزیز جتنے ہیں سب ہیں نہال سہرے سے

کچھ ایسا جسم معطر ہوا ہے خوشتر کا
کہ مشک نافہ بنا خال خال سہرے سے

یہ کہرے ہیں محمد حنیف اے ایوب
ہوا ہے ہم کو مبارک یہ سال سہرے سے

ہوا ہے روئے منور سے اس قدر مانوس
جدا ہوا اس سے یہ ہے اب محال سہرے سے

بدل گئے ہیں مسرت سے غم عزیزوں کے
خدا نے دور کی گرد ملال سہرے سے

ملا ہے فیض یہ شیخ الحدیث[1] سے تم کو
عیاں ہیں دونوں جمال و جلال سہرے سے

بتاؤں کیا میں محمد حسین[2] کی حالت
شگفتہ ان کا ہوا بال بال سہرے سے

جو نکتہ داں ہیں وہ سالک سے سنکے کہتے ہیں
کہ مدتوں نہ ہٹے گا خیال سہرے سے

از نتیجہ فکر: حافظ عبد الصمد خان سالک قادری شاہجہان پوری
متعلم جامعہ قادریہ رضویہ وشاپ انچارج پاکستان بسکٹ فیکٹری سکھر
۳ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ بروز یکشنبہ ۲۳ فروری ۱۹۵۸ء

---

1 محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب علیہ رحمہ
2 استاد بھائی ورفیق خاص مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ وخطیب قادری جامع مسجد، سکھر

لاجواب سہرا

بیادگار شادی خانہ آبادی شیخ محمد عبدالعزیز ولد شیخ محمد حسین صاحب اختر

اختر لیدر سٹور میوہ منڈی پشاور شہر

یہ کس حسین کا مچل رہا ہے تری لڑی میں شباب سہرا
ہر اک کلی نجم پر ہے خنداں ہر ایک پھول آفتاب سہرا

پہنچ کے حد نظر پہ بھی ہے نظر کو اک اضطراب سہرا
ہے سامنے کش مکش کا عالم اٹھادے اب تو حجاب سہرا

بہار آئی وہ غنچہ چٹکا وہ گل کھلے گلستاں وہ مہکا
یہ وصل کا موسم سہانا ہے کس قدر کامیاب سہرا

میں دست گلچیں کا معترف ہوں مگر یہ سج دھج بتا رہی ہے
کسی کے ہاتھوں سنور سنور کر بنا ہے پھر لاجواب سہرا

جہاں کو ہے دعوت نظارہ نگہ کی یورش کا تجھ کو کیا غم
جہاں رنگین کا ہے محافظ ہے تیرے رخ کا نقاب سہرا

دل محمد حسیں شاداں مبارک و فضل بھی ہیں فرحان
ہر ایک دل ہے طرب بداماں بنا ہے عشرت کا باب سہرا

عزیز دولہا ہے لیکن اپنے لئے دلہن بھی عزیز تر ہے
اسی تعلق کا یہ اثر ہے کہ بن گیا لاجواب سہرا

نگاہ محبوب تیرا مسکن رحیم و عبد الغنی ہیں مخزن
تو ہی ہے اب نور دیں کا معدن خوش تر انتخاب سہرا

نشاط و کیف و طرب ہیں یکجا نظام ہستی بول رہا ہے
کھلیگا گل غنچہ کہہ رہا ہے وہ لائے گا انقلاب سہرا

عروس نو کی بہار تو ہے کسی کے دل کا قرار تو ہے
جواں محبت کا پیار تو ہے ہے تجھ سے رنگ شباب سہرا

رہے گا اپریل یاد خوشترؔ بنا تھا عبد العزیز دولہا
کیا تھا سہرا کا میں نے وعدہ یہ لیجئے لاجواب سہرا

اثر خامہ: حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب خوشتر صدیقی القادری
فاضل مشرقیات پنجاب یونیورسٹی مہتمم جامعہ شرقیہ رضویہ منٹگمری
۲۳ اپریل ۱۹۶۳ء/۱۸ ذیقعد ۱۳۸۲ھ

جانِ محفل خوشتر سہرا

۸۴ ء ۱۹

محمد مسعود اظہر کو - شاہین بیگم کو شادی جاوداں صد بار مبارک

۰۴ ھ ۱۴   ۰۴ ھ ۱۴

یارم از راہ بعیدہ آمدہ   رو کشادہ گل د میدہ آمدہ
شکر میکرم کہ از فرزند من   ماہ و تاریخ ولیمہ آمدہ

۰۴ ھ ۱۴

ابن خوشتر کے ہے سر آج وہ خوشتر سہرا   گلشن آباد ہوا پھول سے بڑھ کر سہرا
شکر اللہ کا مسعود کے ہے سر سہرا   اور کیا ہوگا اس عنوان سے بہتر سہرا
گلشن حامد منی کا گل تر سہرا   لا رہا ہوں میں بریلی سے سجا کر سہرا
محو نظارہ ہیں ہمشیرہ و مادر دونوں   آج باندھے گا برادر کے برادر سہرا
قادری رنگ رضوی پھول معینی گلشن   کتنے دربار سے آیا ہے یہ بن کر سہرا
ہے یہ شاہین صفت رکھتا ہے پرواز بلند   چھوڑ کر خاک چمن پہنچا ہے سر پر سہرا
دادا دادی کی دعاؤں کا ہو تجھ پر پہرا   نانا نانی کی محبت کا ہو مظہر سہرا
چشم ایوب میں تو اور دل محمود میں تو   کتنا ممتاز ہوا تیرا مقدر سہرا
دل کشی یہ کہ تیری سمت ہے ہر ایک نظر   دیکھے جاتے ہیں تجھے سارے برابر سہرا
ہم سفر تو ہوا شاہین کا اللہ اللہ   سر بلندی پہ رہے تیرا مقدر سہرا
سعد آباد ہو گھر تیرا کہ مسعود ہے تو   تیرا محمود رہے ہر گھڑی یاور سہرا
غالب و ذوق کے سہرے کی نہیں بات مگر   ان کے سہروں سے مگر ہے ترا خوشتر سہرا

---

۲۹ شوال ۱۴۰۴ھ/۲۹ جولائی ۱۹۸۴ء

عبدالغفور کاروح فزا سہرا

۱۹ ء ۸۲

بحمدہ تعالیٰ عزیزی نیک نہاد عبدالغفور ولد حاجی ابراہیم علی محمد رحمت اللہ صدر سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل ماریشس کی شادی خانہ آبادی ہمراہ عزیزہ ممتاز بنت عبدالکریم پٹیل منعقدہ ۹ اکتوبر ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ کے مبارک موقع پر مسلمانان برطانیہ، ماریشس اور جنوبی افریقہ کے مذہبی رہنما روحانی پیشوا حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی سرپرست و بانی سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کا ارشاد فرمودہ عبدالغفور کاروح فزا سہرا دعاؤں اور مسرتوں کے ساتھ رحمت اللہ پٹیل اور جونس فیملی کے لئے ہدیہ مبارک آباد ہے

عزیزی عبد الغفور کے سر بندھا ہے وہ شاندار سہرا
نہ بن سکے گلشن جہاں میں جواب اس کا ہزار سہرا

کرم یہ رب غفور کا ہے کہ شادی عبد الغفور کی ہے
عطا رؤف الرحیم کی ہے کہ ہے رحمتوں کا یہ ہار سہرا

یہ شادی کیا سنت نبوی ہے یہ شادی کیا حسن زندگی ہے
یہ شادی کیا لطف بندگی ہے یہ شادی کیا اک بہار سہرا

کریما بائی نے دیکھا 'صدقہ کریم کا' وہ نواسی دولہا
کہ جس کے چہرے پہ ہو رہا ہے مچل مچل کر نثار سہرا

جمال ممتاز ہے نمایاں یہ چشم فیصل کا فیصلہ ہے
نگاہ بد سے خدا بچائے ہے دیدنی بار بار سہرا

خدا کی قدرت کا ہے عطیہ تمہیں مبارک بہن رقیہ
جو سج رہا ہے رخ پسر پر تمہارا بن کر یہ پیارا سہرا

یہ ابن حاجی علی محمد یہ بنت صالح محمد حاجی
یہ ان کے الطاف کا اثر ہے کہ بن گیا شاہکار سہرا

کریم و زینب نے دی دعائیں وہ لے لیں ناہید نے بلائیں
خوشی کے رفعت بھی گیت گائیں کئے ہے سولہ سنگار سہرا

سکوں ہے باعث مسرت سرور کا دور ہے غنیمت
یہ کم نہیں ہے کہ بے قراروں کو دے رہا ہے قرار سہرا

تبارک اللہ یہ نصیبہ قبول خوشترؔ کا ہے عریضہ
دولہن ہے ممتاز اور دولہا کے سر ہے باغ و بہار سہرا

خوشتر و خوش نگار سہرا

حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی بانی و سربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹر نیشنل و خانقاہ قادریہ رضویہ نے اپنے برادر دینی و یقینی عبداللہ عبدالغفور مقدم قادری رضوی کے لڑکے محمد حسین عبداللہ مقدم قادری رضوی کی شادی خانہ آبادی ہمراہ آمنہ محمود عمر مقدم کے موقعہ پر اپنی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ 'خوشتر و خوش نگار سہرا' کے مندرجہ ذیل اشعار ارشاد فرمائے

رخ محمد حسین پر ہے وہ خوشتر و خوش نگار سہرا
نہ بن سکے گلشن جہاں میں جواب اس کا ہزار سہرا

یہ فضل رب فضل مصطفےٰ ہے یہ فضل غوث و شہہ رضا ہے
بنا محمد حسین دولہا ملا اسے شاندار سہرا

مدینہ بغداد اور بریلی کے ہر چمن سے گلاب لے کر
میں لارہا ہوں کہاں کہاں سے بنا کے اک یادگار سہرا

یہ شادی کیا سنت نبی ہے یہ شادی کیا دین کی خوشی ہے
یہ شادی کیا لطف زندگی ہے اسی کی ہے یہ بہار سہرا

یہ نور چشم پدر و مادر سرور ہمشیر و برادر
زہے مقدر سجا ہے سر پر بنا ہے دل کا قرار سہرا

دعائے داؤد و فاطمہ ہے کہ گھر میں آج آئی آمنہ ہے
بہم ہیں یہ کیف و شادمانی بنا ہے باغ و بہار سہرا

یہ فروری سترہ سو پچاسی یہ چودہ سو پانچ سال ہجری
جمادی اول کی ہے یہ چھبیس کہ بن گیا یادگار سہرا

ہیں نسبتیں کتنی فیض پرور کرم ہے غوث و رضا کا خوشتر
شریک بزم عروس ہوں میں لئے ہوئے شاہکار سہرا

۲۶جمادی الاول۱۴۰۵ھ،۱۷فروری۱۹۸۵ء

خوشتر طراز سہرا

۸۹ ء ۱۹

سہرا کے یہ چند اشعار حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی سربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل نے اپنے صاحبزادے قادری غلام محمد حسین رضا انور (عزیز بلند طالع محمد میاں خوشتر)

۸۶ ھ ۱۳ ۸۶ ھ ۱۳ ۸۹ ء ۱۹

ہمراہ نیک خصال شبانہ کی محفلِ مبارک شادی خانہ آبادی کے یادگار موقعہ پر

۱۰ ھ ۱۴ ۱۰ ھ ۱۴

بعنوان 'خوشتر طراز سہرا' برِوقت ارشاد فرمائے

رخ محمد پہ سج رہا ہے وہ خوشتر و خوشگوار سہرا
نہ بن سکے گلشن جہاں میں جواب اس کا ہزار سہرا

رخ محمد میاں پہ کیا کھل رہا ہے باغ و بہار سہرا
چمن کی رعنائیوں میں سمٹا دکھا رہا ہے نکھار سہرا

کراچی کی شام کا یہ منظر یہ صبح لاہور روح پرور
یہی لئے سج رہا ہے کتنا متاع لیل و نہار سہرا

بدست فرزانہ و سمینہ ہر ایک غنچہ بصد قرینہ
پرویا جیسے گیا نگینہ بنا ہے کیا شاندار سہرا

متاع خوشتر تمہیں مبارک محمد انور تمہیں مبارک
شبانہ روز و سحر مبارک مبارک ہو شاہکار سہرا

محمد مصطفیٰ ﷺ کا صدقہ بنا محمد ہے ایسا دولہا
کہ ہو رہا ہے بلائیں لیتا قدم قدم پر نثار سہرا

یہ سعد مسعود اسعد احمد سعودہ مسعودہ و سعیدہ
یہ بھائی ماموں چچا کے سر دیکھیں تھا انہیں انتظار سہرا

کلی سے گل گل سے تابہ گلچیں یہ مرحلے ہیں عجیب ورنگین
بنا ہے پھر مدتوں میں جا کر کہیں گلے کا یہ ہار سہرا

یہ مہرِ مادر سے کوئی پوچھے کہ گزرے دن زندگی کے کیسے
ہرا بھرا تو رہے ہمیشہ کہ تجھ میں ہے ماں کا پیار سہرا

میں دست گلچیں کا معترف ہوں مگر یہ سج دھج بتا رہی ہے
کسی کے ہاتھوں سنور سنور کر بنا ہے پھر شاندار سہرا

تری نرالی یہ شان بھی ہے عجیب یہ داستان بھی ہے
سوائے گل کے نہیں ہے تجھ میں چمن کا کوئی بھی خار سہرا

نوید اہل سخن کو دے دو یہ مژدہ نو وطن کو دے دو
زبان غالب میں پڑھ رہا ہوں لکھا ہے خوشتر نے یار سہرا

خدا کا اور مصطفیٰ کا غوث الوری کا احمد رضا کا خوشترؔ
ہے نام لیوا علی المراتب یہی ہے اپنا شعار سہرا

سہرا کے یہ چند اشعار حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی سربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل نے اپنی صاحبزادی سعیدہ خوشتر کی شادی آبادی اور فرزند نسبتی مظفر حسن صدیقی زادحیاتہ کی (۱۹۸۸ء) تاریخ عقد پاک (۱۴۰۸ھ) کے یادگار موقہ پر بعنوان نوید مظفر حسن (۱۴۰۸ھ) بروقت ارشاد فرمائے نذر قارئین ہیں

مظفر کے سر پر مظفر ہے سہرا — ہر اک کہہ رہا ہے کہ خوشتر ہے سہرا
چمن سارا تجھ پر نچھاور ہے سہرا — نصیب اپنا اپنا مقدر ہے سہرا
’سعیدہ‘ سے تجھ کو سعادت ملی ہے — تو قسمت کا کتنا سکندر ہے سہرا
صداقت کے پھولوں میں گوندھا گیا ہے — یہ فیضان صدیق اکبر ہے سہرا
’شجاع الحسن‘ اور ’جاوید‘ شاداں — جلو میں ترے آج ’افسر‘ ہے سہرا
’ظہیر‘ و ’زبیر‘ و ’نصیر‘ اور ’عامر‘ — غزل خواں ہیں شمع منور ہے سہرا
بریلی سے امروہہ لاہور پہنچا — کجا تا کجا تیرا محور ہے سہرا
یہاں قادری چشتی جلوہ گری ہے — جبھی رو کش خلد منظر ہے سہرا
مبارک ہو خوشتؔر کدہ جشن تم کو — کہ شادی میں ہے شور خوشتر ہے سہرا

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ / ۱۸ فروری ۱۹۸۸ء، بروز جمعرات

جگرمن سید عامر علی قادری کا سہرا

۱۰ ھ ۱۴

اللہ اللہ یہ کرم اور یہ عنایت واہ واہ
ہو رہی ہے کیا ادا شادی کی سنت واہ واہ

حضرت مسعود کی یہ ہے سعادت واہ واہ
آج عامر سے ملی سہرے کو عزت واہ واہ

بن گیا دولھا بحمد اللہ بھائی خیر سے
ہوگئی بہنوں کی پوری آج حسرت واہ واہ

دادا ہو مسعود اور والد سعادت خود سعید
اس پہ پھر اجداد کی شان سیادت واہ واہ

عہد طفلی سے جوانی تک بہر منزل نہ پوچھ
کام کیا کیا کر گئی ماں کی محبت واہ واہ

چشم بد دور آج ہر جانب سے اٹھتی ہے نگاہ
جس کو دیکھو ہے وہی مشتاق رویت واہ واہ

کیا رسائی ہو گئی پھولوں کی تا روئے عروس
بڑھ گئی سہرے کی کتنی اور قیمت واہ واہ

ہو مبارک پھوپھیوں خالاؤں اور اعمام کو
دادی نے سہرے کو دی یہ شان و شوکت واہ واہ

شاخ گل کو چھوڑ کر پہونچا رخ نو شاہ تک
کوئی دیکھے تو بھلا سہرے کی رفعت واہ واہ

ہو رہی ہے آج کچھ اس طرح عقد باہمی
جیسے کثرت میں ہو اک انداز وحدت واہ واہ

جمعہ کا دن جنوری کی بارہویں نوے کا سال
ہوگئی شادی میں یوں خوشترؔ کی شرکت واہ واہ

ہو مبارک سعادت علی قادری — مفتی مسعود کی نسل جاری ہوئی
سر پہ پوتے کے سہرا چمکنے لگی — <u>قسمت سید عامر علی قادری</u>

۱۰ ھ ۱۴

عزیزی نیک طالع محمد محسن اشرف کا سہرا

۱۴۱۲ھ

عزیزی مولانا محمد محسن اشرف ابن محب کامل الحاج قاسم اشرفی کی تاریخ سرور شادی، شادی خانہ آبادی برہانپور
۱۹۹۲ء
کی اطلاع موصول ہوئی، قلم برداشتہ سہرا حاضر کر رہا ہوں، رب کریم اپنے رسول کریم ﷺ کے
صدقے اس تقریب کو قبول فرمائے، آمین-از دعا گو عاصی خوشتر صدیقی
۱۹۹۲ء

بندھے کچھ اس طرح باندھے جو کوئی بھی اگر سہرا
کچھوچھہ سے چلے بغداد دولھا باندھ کر سہرا

ہوا جلوہ نما کچھ اس طرح محسن کے سر سہرا
نگاہیں ہو گئیں خیرہ جو پلٹیں دیکھ کر سہرا

نسیم صبح گاہی نے یہ پھیلادی خبر یکسر
کوئی آتا ہے محفل میں وہ دیکھو باندھ کر سہرا

یہ دستار فضیلت اور نشاط خانہ آبادی
بہر صورت رہا دارین میں محسن کے سر سہرا

ز عہد مہد طفلی و جوانی کی گزر گاہیں
تری خاطر ہوا کتنا مسلسل یہ سفر سہرا

اسی سے تو ملی ہے سرخروئی تیرے پھولوں کو
ہے ماں کی مامتا اور باپ کا خون جگر سہرا

شہ بغداد کا صدقہ ہے فیضان رضا خوشترؔ
قلم برداشتہ محسن کا لکھا خوبتر سہرا

بلند اقبال خوشتر سہرا

۱۹ ء ۹۲

یہ سہرا اور فروغ القادری کا — چمک انجم کی مالا ہے زری کا
شبانہ شمس کی اس روشنی میں — کھلا ہے پھول مہر مادری کا

خوشتر و خوش نصیب ہے سہرا — کیا عجیب و غریب ہے سہرا
رنگ طرفین اور نکھرا ہے — ہر طرح سے عجیب ہے سہرا
چھوڑ کر گلستان کہاں پہنچا — شمس سے بھی قریب ہے سہرا
درد دل کا علاج ہے اس میں — درد دل کا طبیب ہے سہرا
شمس تاباں کی ہے چمک اس میں — ماہ و انجم نصیب ہے سہرا
لے رہا ہے بلائیں ہر لمحہ — رخ سے کتنا قریب ہے سہرا
پوچھنا کیا فروغ کا عالم — خود ہی اپنا مجیب ہے سہرا
شمس نازاں ہوں کیوں نہ فیضی پر — ہر نظر میں حبیب ہے سہرا
چشم بد دور جس نے بھی دیکھا — آج اس کا رقیب ہے سہرا
عفت و افروز کیوں نہ نازاں ہوں — بھائی کے سر عجیب ہے سہرا
کارواں دو نفس کا نکلا ہے — زندگی کا نقیب ہے سہرا
صحن گلشن سے روئے روشن تک — یار غار حبیب ہے سہرا
جھک کے پہنچا ہے آج قدموں تک — با ادب با نصیب ہے سہرا
شمس کوئی ہے کوئی انجم ہے — اپنا اپنا نصیب ہے سہرا
یہ دعائے سراج ہے خوشترؔ — خوشتر و خوش نصیب ہے سہرا

عاصی خوشتر قادری

۱۹ ء ۹۲

۱۳ اکتوبر ۱۹۹۲ء/۱۶ ربیع الغوث ۱۴۱۳ھ

خوشتر واطہر سہرا

۹۳ ء ۱۹

حضرت مبلغ اسلام مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری رضوی بانی وسربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل نے اپنے سب سے چھوٹے صاحبزادے احمد سعید الرضا اطہر عرف امن میاں ہمراہ سیدہ صفیہ کی شادی خانہ آبادی کے یادگار

۹۱ ھ ۱۳

موقعہ پر ایک تاریخی صحیفہ 'خوشتر واطہر سہرا' تحریر فرمایا، نذر سامعین ہے

۱۴ ھ ۱۴

رضائے احمد کا ہے یہ صدقہ کہ آج احمد کے سر ہے سہرا
عجب سہانی گھڑی ہے خوشتر کہ سب کا نور نظر ہے سہرا

اساس انسانیت ہے شادی کہ اس میں پنہاں ہے درس ہستی
ہے ایک تکمیل بندگی کی کہ راہ خیر البشر ہے سہرا

ہر اک کلی جان صد بہاران ہر ایک گل ہے حسین بداماں
یہ پھول تم کو دولہن مبارک کہ معدن صد گہر ہے سہرا

گلی گلی میں رچی ہے شادی سہیلیوں میں ہے رسم مہندی
دولہن کے گھر آرہا ہے دولھا یہ پھیلی کیسی خبر ہے سہرا

بدست شیخ الحدیث خوشتر بندھا تھا سہرا ہمارے سر پر[1]
اسی کی یہ برکتیں ہیں یکسر کہ آج امن کے سر ہے سہرا

حسین وہ ماریشس کا منظر حسین تزئین مانچسٹر
کراچی کو مبتدا جو کہے تو پنڈی کی یہ خبر ہے سہرا

[1] آج سے ۲۵ سال پہلے حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد لائل پوری کے سامنے دولہا کے والد مولانا محمد ابراہیم خوشتر کی رسم سہرا بندی ادا کی گئی تھی

عدیل وعاصم ہیں اسکے واصف کچھ ایسے اوصاف ہی ہیں آصف
یہی ہے انصاف قول فیصل کہ آج رشک قمر ہے سہرا

ہے التجائے شریف شامل دعا اگرچہ حنیف کی ہے
ہمیشہ الطاف کی ہو بارش کہ جان قلب و نظر ہے سہرا

یہ سعد و اسعد ہیں شادان فرحان یہ عظمت و سعدیہ انیسہ
بندھا ہے مامون چچا کے سر کہ رہے ہیں کیا خوبتر ہے سہرا

یہ تودہ گل کا بس کہاں تھا کہ ایسا سہرا بنایا جاتا
سمٹ کے آیا ہے سارا گلشن ہوا جو یہ زیب سر ہے سہرا

یہ رابعہ کر کے چار آنکھیں سمینہ ڈالے سمن سے باہیں
رفیعہ ہے آج دائیں بائیں یہ کیا ترا کرو فر ہے سہرا

یہ پتی غنچہ یہ شاخ یہ جڑ چمن کا سارا ہی روپ لے کر
گلے کا دولھا کے ہار بن کر بنا یہ کیا زیب سر ہے سہرا

ہر ایک لمحہ نشاط آگین ہر ایک ساعت حیات رنگین
شب جوانی جسے کہا ہے اسی کی گویا سحر ہے سہرا

یہ عکس تاریخ کا ہے احمد کہ پھر سعید الرضا ہے اطہر
۱۴ ۱۴ ۹۱ ھ ۱۳
پھر اس پہ یہ اہتمام ھ خوشتر پسندیوں اس قدر ھ ہے سہرا
۱۹۹۳ء

حبیب سہرا

بیاد گار شادی خانہ آبادی عزیزی مولانا سید حبیب الرحمٰن شاہ صاحب سلمہ ابن سید نگاہ علی شاہ صاحب
ساکن موہڑہ ملکان ڈاکخانہ ڈڈیال خورد ضلع و تھیل میرپور آزاد کشمیر

رخ نوشاہ پہ خوشتر ہے سہرا　　گل و گلزار سے بہتر ہے سہرا
سر محفل یوں جلوہ گر ہے سہرا　　ریاضِ خلد کا منظر ہے سہرا
سرِ سردار احمد کے تصدق　　نرالی شان کا سر پر ہے سہرا
جناب مفتیٔ اعظم کا صدقہ　　ہراک سہرے سے یہ بڑھ کر ہے سہرا
یہ فیض حضرت احمد رضا خاں　　رضائے دوست کا مظہر ہے سہرا
نگاہ والد ماجد نہ پوچھو　　مہ و خورشید سے بڑھ کر ہے سہرا
حبیب قادری دولہا بنا ہے　　حبیب قادری کے سر ہے سہرا
کھلینگے پھول اب پھوٹیگا غنچہ　　بہار زیست کا مصدر ہے سہرا
دولہن تم کو مبارک ایسا دولہا　　جو خود بہتر ہے اور بہتر ہے سہرا
ہر اک غنچہ سلامی کو جھکا ہے　　یہ کس سردار کے سر پر ہے سہرا
علی کا خاندان آباد خوشتؔر　　منور پھر علی کے گھر ہے سہرا

۱۳جون ۱۹۵۶ء/۱۲صفر المظفر ۱۳۸۵ھ، پورٹ لوئس، ماریشس

خیر مقدم مسرت تولد

در تہنیت پیدائش لخت جگر نور نظر عزیزی محمد ظہیر الاسلام سلمہ اطال اللہ عمرہ ایں نظم منظوم شد

کہو قمریوں سے کہ چھیڑیں ملہار
کہ لائی ہے پیغام عشرت بہار

کہو بلبلوں سے کہ ہوں نغمہ زن
کہ آئی ہے گلشن میں فصل بہار

وہ سبزہ اٹھا لیتا ہے انگڑائیاں
وہ گلشن میں آئی صبا مشک بار

وہ شبنم کے موتی گل سرخ پر
ستاروں کی جیسے شفق میں بہار

وہ بوئے سمن سے مہکتا چمن
وہ باد نسیم سحر مشک بار

وہ لیلیٰ کے پھولوں کی سرمست بو
وہ دل کھینچتی موگرے کی بہار

چمن کی صباحت، خدا کی قسم
ہے صبح بنارس کی آئینہ دار

ز محراب برخیز خلوت گزیں
بہ گلشن ببیں صنعت کردگار

کہ ہر برگ گل درس قرآں دہد
مگر شرط بادیدہ ہوشیار

وہ بولا پپیہا مرا پی کہاں
کہ آئی ہے برکھا کی رت خوش گوار

پپیہا نہ کہہ پی کہاں پی کہاں
ہوا جاتا ہے دل مرا بے قرار

کہ ہے دور مجھ سے مرا پیارا پی
پئے جس کی فرقت میں آنسو ہزار

بہ زخم جگر مشک سودہ مریز
بہ کشت دلم ابر یادش مبار

یہ رنگ گلستاں بہ برکھا کی رت
یہ رم جھم برستا سحاب بہار

چلو سوئے میخانہ اے مے کشو!
انھیں چھوڑ دو جو ہیں تقویٰ شعار

چڑھا کے مئے زہد تقویٰ شکن
چلو پھر وہاں سے لب جو بہار

کہ پریوں کو واں ہے اکھاڑا جما
بہ تقریب مولود نو یادگار

وہ مولود مسعود یعقوب کا   ہے فرزند دلبند یوسف شعار
وہ محبوبیت کی سراپا ادا   وہ معصومیت کی سراپا بہار
وہ معصوم فطرت کی نازک کلی   رہے گلشن دودماں کی بہار
بہ آغوش مادر نشاط آورا   بہ عشرت سرائے پدر نور بار
دعا کے لیے ہاتھ خوشتر اٹھا   کہو اس طرح پھر کہ اے کردگار
وہ تسکین قلب محمد حنیف   ہمیشہ رہے خوشتر روزگار
رہے مرجع لطف بر خاص و عام   وہ فرزند دلبند ذی اقتدار
شگفتہ رہے تا قیام جہاں   چمن زار غفار کی یہ بہار
وہ آغوش مادر کے اخلاق کا   ہے اک مکتب اولیں شاندار
کرے تربیت حرف اخلاق کی   ہے انسانیت کا اسی پر مدار
کہ جس میں نہیں وصف انسانیت   بنذد خرد فتنہ روزگار
کالانعام بل ھم اضل خواندیش   بقرآن خداوند روز شمار
غرض زیور خلق سے وہ عزیز   رہے سب کی نظروں میں ذی افتخار
بلندی پہ ہے آج طبع رسا   تخیل کا ہے آئنہ بے غبار
سنادے کوئی مصرعہ تاریخ میں   بہ تقریب مولود نو یادگار
ہے فرزند دلبند یعقوب کا   سراسر سعادت گل نو بہار[1]

مسرت کی تابانیاں اللہ اللہ   کہ ہر گوشہ اک رشک جنت بنا ہے
مبارک ہو یعقوب تم کو ظہیر   کہ جو حسن میں ماہ طلعت بنا ہے

---

1 ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰ء

ایک دینی بہن مرحومہ حجن رقیہ زوجہ حاجی ابراہیم حاجی علی محمد رحمت اللہ آف ماریشس کی یاد میں ایک دینی بھائی کا

نذرانہ خلوص

ہئی مغفورہ بہن

۱۴۰۴ھ

لٹا سارا چمن حجن رقیہ — خموشی ہے بہن حجن رقیہ
ترے رخ پر کفن حجن رقیہ — بنی ہے تو دلہن حجن رقیہ (۱۴۰۴)
تجھے کرکے دفن حجن رقیہ — ہے خم چرخ کہن حجن رقیہ
ہے یہ رسم کہن حجن رقیہ — جدا شوہر سے زن حجن رقیہ
یہ تیرا پیرہن حجن رقیہ — مدینہ کا کفن حجن رقیہ
تری تربت پہ چادر چاند کی ہو — ہو سورج ضوفگن حجن رقیہ
خدا بخشے محب پنجتن تھیں — برائے پنجتن حجن رقیہ
سفر اور آخرت کا وہ بھی اتنا — سہل اور دفعتہ حجن رقیہ
مبارک تجھ کو مژدہ 'وَادْخُلی' کا — ہوا جنت وطن حجن رقیہ
تمہاری قدر سب کو ہو رہی ہے — پس مردن بہن حجن رقیہ
ترے گھر خیر کا بٹتا تھا باڑا — تھا یہ تیرا چلن حجن رقیہ
رہی محبوب ہر ہر گام تجھ کو — رہ اہل سنن حجن رقیہ
تجھے حق نے شرافت باغ بخشا — ترا گھر ہے چمن حجن رقیہ

۱۹۸۴ء

ہے اب تک انا للہ زباں پر
نہ تن خوش ہے نہ من حجن رقیہ

تجھے ہم ہی نہیں سب ڈھونڈتے ہیں
یہ گھر، در، یہ صحن حجن رقیہ

تری دانش کو دیتا ہے سلامی!
مرا دیوانہ پن حجن رقیہ

اخوت دین کی جس نے نبھادی
بہن تھی وہ بہن حجن رقیہ

پس دیدار حق اپنی لحد میں
بہت خوش ہیں بہن حجن رقیہ

مرے بھائی پہ دائم مہرباں ہو
خدائے ذوالمنن[۱۴] حجن[۱۴] رقیہ

سدا بیٹوں پر اپنی بیٹیوں پر
رہیں سایہ فگن حجن رقیہ

تری اولاد کو اللہ رکھے
سلامت دائما حجن رقیہ

ترے الطاف پر ہو لطف تیرا
رہیں سب شاد تن حجن رقیہ

خطاب آئے گا کس کا آہ خوشتر
بنام من، بہن حجن رقیہ

۲۰ ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ/۱۶ ستمبر ۱۹۸۴ء

نظم پیمانہ قرطبہ - پریشان ماضی

۱۴ ھ ۱۴ ۱۴ ھ ۱۴

مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی نے اس نظم میں قرطبہ غرناطہ قصرالحمراء کے
عروج وزوال کا نقشہ پیش کیا ہے عہد کہن کی داستان کے ساتھ موجودہ اسپین کی
مادی ترقی کا جائزہ لیا ہے اور مسلم خفتہ سے خطاب بھی فرمایا ہے

ماضی پہ پھر نظر ہے   تاریخ راہبر ہے
اسلام اوج پر ہے   ہر ملک اپنا گھر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے
پیرس سے ریل گاڑی   چلتی ہے باری باری
اپنی لئے سواری   گاڑی یہ تیز تر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے
پہونچے قدم کہاں تک[1]   اس فرش اس نشان تک
یعنی کہ آسمان تک   ان کا یہ بام و در ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

---

[1] فرانس، اس بوئیٹیر ز مقام پر مسلمان فاتحانہ آئے، ابھی تک در و دیواران کی گواہی دے رہے ہیں

اللہ کی زمین ہے کوئی جہاں کہیں ہے
حق کی مدد وہیں ہے تاریخ معتبر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

میڈرڈ سے تا اکانہ ہر گام پر ٹھکانا
ہوٹل شراب خانہ اسلام منتظر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

یہ راہ قرطبہ ہے ماضی کا آئینہ ہے
زرین سلسلہ ہے دیکھو اگر نظر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

کہسار کا تسلسل سر سبز سرنگی پل
باغ و بہار اور گل دلکش یہ رہگزر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

کوہ دمن میں گھر ہے صحن چمن میں گھر ہے
ہر باغ و بن میں گھر ہے ہر انجمن میں گھر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

زیتون کی قطاریں انگور کی بہاریں
کس کس پہ جی نثاریں میخانہ راہ پر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

نزدیک قرطبہ ہے اک حشر سا بپا ہے
میں کیا بتاؤں کیا ہے کچھ زیر کچھ زبر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

یہ قرطبہ کا منظر فردوس سے ہے بڑھکر
محراب اور منبر کیا بام کیا یہ در ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

مسجد کا یہ ستون ہے یہ کون سرنگون ہے
کوئی چرا نہ چون ہے خاموش یہ نگر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

یہ عرش آستان ہے تعمیر مومنان ہے
تصویر کن فکان ہے حیران ہر بشر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

کیسے تھے وہ حجازی　　　　تھے روز و شب نمازی
ہاری نہ کوئی بازی　　　　ان کا یہ بحر و بر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

وہ دین کے دھنی تھے　　　　وہ صف شکن جری تھے
وہ بت شکن غنی تھے　　　　ان کا یہ باغ و گھر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

وہ صورتیں کہاں ہیں　　　　جو فخر دو جہاں ہیں
ہم جنکے نوحہ خوان ہیں　　　　کچھ ان کی بھی خبر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

کہتے ہیں یہ مساجد　　　　ایسے تھے سارے عابد
تھے روز و شب مجاہد　　　　ان کا یہ بام و در ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

ہے اندلس کی وادی　　　　رشک بہار شادی
تاریخ ہے منادی　　　　یہ قرطبہ شہر ہے
اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

غرناطہ جبل طارق
تصویر عزم واثق
ہر ہر قدم میں فایق
مومن جہاں اگر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

ہر ہر نگر کشادہ
منزل ہے صاف جادہ
ساقی لئے ہے بادہ
ہر لب یہاں کا تر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

صنعت عروج پر ہے
کثرت سے مال و زر ہے
ہر شخص بہرہ ور ہے
غرناطہ یہ شہر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

الحمرا کا محل ہے
اس کا نہیں بدل ہے
تاریخ یہ اٹل ہے
یہ مرکزِ نظر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

کافر تھے کل مسلمان
ہر شے سے ہے نمایاں
یہ گھر قلعہ گلستان
دنیا کا یہ سحر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

یہ عصر نو کا مسلم   محکوم ہے نہ حاکم
ہے موردِ مظالم   بیکس ہے در بدر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

یہ سارے اتحادی[1]   ہیں فطرتاً عنادی
لا ریب ہیں فسادی   کرتے ہیں جو بھی شر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

گھبرا رہا ہے پھر دل   گم ہے نشان منزل
پانی ہے دور ساحل   غرقاب ہر بشر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

ماضی ہے میرے پیچھے   اور حال آگے آگے
کوئی تو اٹھے جاگے   غفلت میں گھر کا گھر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

کیا کیا مقام دیکھے   دیوار و بام دیکھے
اقوام خام دیکھے   پھر ماضی جلوہ گر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

---

[1] اقوام متحدہ کی جانب اشارہ ہے

یہ دور مادی ہے　　　اس میں کہاں خوشی ہے
ہے کیفیت سے خالی　　　سامان عیش بھر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

ماضی کا میں نے خوشتر　　　آشفتہ حال دیکھا
ہر ماہ و سال دیکھا　　　مغموم ہر نظر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

یہ ماہ ہے محرم[1]　　　کچھ کیف ہے نہ کچھ کم
ہے روز و شب یہی غم　　　مسلم ادہر ادہر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

عزم جہاد ہوتا　　　رختِ معاد ہوتا
نا شاد شاد ہوتا　　　قصہ یہ مختصر ہے

اسپین کا سفر ہے
اسپین کا سفر ہے

---

[1] شاعر نے یہ سفر محرم ۱۴۱۴ ہجری کی ۱۴، ۱۵ تاریخ مطابق ۵، ۶ جولائی ۱۹۹۳ء میں کیا

<u>آہ عبدِ مغفور</u>

۱۴ ھ ۰۸

<u>لوحِ مرقد منزل جاوید حاجی محمد حنیف جماپوری قادری</u>

۱۴ ھ ۰۸

<u>لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیِی وَ یُمِیۡتُ وصال والدی عمی حاجی محمد حنیف کراچی</u>

۱۴ ھ ۰۸

غم میں جی بابا کے ہم سب ہیں نڈھال　　والدی عمی حاجی جی بابا
دوست ہمایہ عزیز اہل و عیال　　ہے محمد حنیف کی تربت
خوب ہے <u>یہ مژدۂ تاریخ وصل</u>　　آئیں احباب فاتحہ پڑھ لیں
۱۴ ھ ۰۸
رخصت <u>جمعہ</u> ہے تاریخ وصال　　ہے یہ مرد شریف کی تربت
۱۴ ھ ۰۸

ولادت ۱۶ مارچ ۱۹۱۶ء، رحلت ۲۵ دسمبر ۱۹۸۷ء، جمعۃ المبارک، ۳ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ

نذرانہ خلوص

سماحت الشیخ مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی صاحب قبلہ
سربراہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کے حضور نذرانہ خلوص اور قلبی تاثرات

چمن بھی ناز کرے ایسا اک گلاب تو ہے　　　جمال پور کا اک فرد لا جواب تو ہے
وہاں کی خاک سے اٹھا تو آفتاب بنا　　　متاع عشق گراں کا وہ انتخاب بنا
رضا کے باغ کا گلچیں شعور زیست کا نام　　　جمال پور سے لندن تک اس کا فیض ہے عام
لبوں پہ اس کے ہے ہر دم درود کی خوشبو
نفس نفس میں ہے پیہم درود کی خوشبو

نظر میں گنبد خضری کا عکس رکھتے ہیں　　　گل رضا کے پپیہا کا عکس رکھتے ہیں
وقار سید عالم کا ایسا دیوانہ　　　کہ جس کی شمع رخ جاں کا سب ہیں پروانہ
چلیں تو ساتھ میں فصل بہار چلتی ہے　　　انہیں تو سوچ کے فردوس بھی بہلتی ہے
چمک کے غیر کی روحوں کو خوب چمکایا　　　فروغ مہر محبت ہے آپ کا سایہ
مچائی دھوم دیار فرنگ میں جا کر
نہ کیسے لے انہیں آغوش میں دل اترا کر

چڑھا تھا تپ جہاں جانوں پہ شرکت وبدعت کا　　　دہاں دکھایا نیا نور دین و سنت کا
غلام حامد و احمد رضا کا دیوانہ　　　جنون دیتا ہے جن کو سکوں کا نذرانہ
نبی پہ جھوم کے جس دم سلام پڑھتے ہیں　　　تو لوح دل پہ محمد کا نام پڑھتے ہیں
سجی ہے بزم عقیدت میں ان کے نام کی دھوم　　　خمیدہ در پہ ہیں خوشیوں کے کتنے ماہ و نجوم
نگاہ و دل پہ ہے فیضان اعلی حضرت کا
سبھوں کو دیتے ہیں ارمان اعلی حضرت کا

ہے آج لطف سنن کا جو نام یورپ میں — انہیں کے فیض کا چرچا ہے عام یورپ میں

قدم قدم پہ پریشانیاں تھیں راہوں میں — گزر گئے تو لیا رحمتوں نے بانہوں میں

ارادے اب تو مدینہ کے رازدار ہوئے — سلام کرتے ہیں قدسی وہ جاں نثار ہوئے

جو راستوں کے اندھیرے تھے شب گزیدہ کل — بنے وہ صبح درخشاں کے دل کے تازہ کنول

ہو انڈوپاک کہ ڈربن ہو اور امریکہ — جہاں رہے یہ فدائی تھے اپنے ہی پی کا

چمکتے کیسے نہ حامد رضا کے خوشتر ہیں
یہ فیض نور سے ہیں مہہ وہ ان کے خاور ہیں

اسی سے ہوتا ہے ان کے کرم کا اندازہ — کہ ہر قدم ہے محبت کا اک چمن تازہ

شریک بزم تمنا تھی دل کی ویرانی — انہوں نے کی مگر سانسوں میں بھی گل افشانی

فقہہ کا راز اصول حرم دلدادہ — رضا کے نام پہ لڑنے کو سب سے آمادہ

فصیل شہر محبت کا نام ہے خوشتر — نظام شمع ہدایت کا نام ہے خوشتر

ہیں شرح وبسط متاع رضا بہ ایں معنی
کہ لفظ حکمت دیں رخ ہے اور جبیں معنی

یہاں سے اٹھ کے خزانے لٹا رہے ہیں لوگ — جگہ دو دل میں وہاں سے یہ آ رہے ہیں لوگ

خدا کے دین کا رستہ ہے ان کی آنکھوں میں — ہمارا حال شکستہ ہے ان کی آنکھوں میں

چہکتے بلبل گلزار دین ہیں خوشتر — حضور عشق کی فتح مبین ہیں خوشتر

ادب سے جھک کے یہ نازاں سلام کہتا ہے
انہیں امیر تو خود کو غلام کہتا ہے

مولانا محمد فروغ القادری
المدیر العام، سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل، دربن، ساؤتھ افریقہ

حضرت خوشتر جمال پوری نے نعت شریف میں عقیدت کے پر و بال سے حقیقت کی فضا میں پرواز کی ہے ان کا دل جذبہ محبت سے سرشار ہے اور انکا ہر نفس حضور سرکار عالی وقار میں نذرانہ محبت لے کر حاضر ہوتا ہے ان کا کلام عشق مصطفےٰ ﷺ کے عمیق جذبے سے مملو ہے لیکن ان کی وارفتگی شوق میں ان کی زبان و قلم جادۂ شریعت سے سر مو انحراف نہیں کرتے

ممالک افریقہ میں ترویج مذہب و مسلک کی سرگرمیوں کے باعث ماریشس میں خانقاہ رضویہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی مصروفیات کے باعث حضرت خوشتر جمال پوری کا کلام صدہا نعتیہ غزلوں پر مشتمل نہیں ہے وہ کمیت میں اگرچہ فزوں نہیں ہے لیکن کیف میں بلندیوں کو چھوتا ہے

ادیب شہیر حضرت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی علیہ رحمہ

Khushtari Publications